ماہنامہ

انصاراللہ

عشق است کہ بر خاک مذلّت غلطاند
کس بہرِ کسے سر نہ دہد جاں نہ فشاند

عشق است کہ برآتشِ سوزاں بنشاند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

(براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد ا حاشیہ صفحہ ۵۴۰)

(ترجمہ) عشق ہی ہے جو ذلت کی خاک پر آدمی کو تڑپاتا ہے عشق ہی ہے جو جلتی ہوئی آگ پر اُسے بٹھاتا ہے۔ کوئی کسی کے لئے سر نہیں دیتا۔ نہ جان قربان کرتا ہے عشق ہی ہے کہ یہ کام پوری وفاداری سے کراتا ہے۔

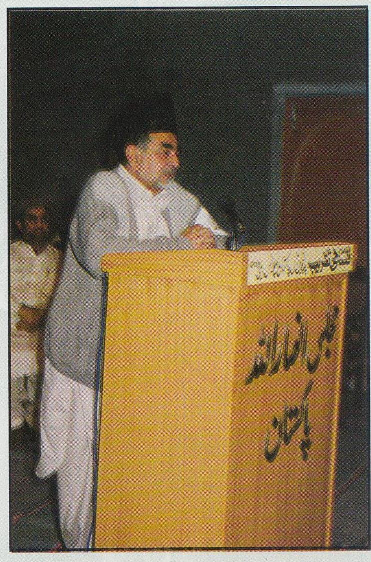
ایڈیٹر

نصراللہ خاں ناصر

شہادت ۱۳۸۲ ھش

اپریل ۲۰۰۳ء

مجلس انصاراللہ پاکستان کی پانچویں سپورٹس ریلی (منعقدہ ۲۸ فروری، یکم و۲ مارچ ۲۰۰۳ء)



صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
صدر مجلس افتتاحی خطاب فرما رہے ہیں



سپورٹس ریلی کے شائقین حضرات



علاقہ کراچی کے کھلاڑی



سپورٹس ریلی کی انتظامیہ اور کھلاڑی صدرِ مجلس کے ساتھ

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ

شہادت ۱۳۸۲ ہش-اپریل ۲۰۰۳ء

جلد نمبر-------------------۴۴

شمارہ نمبر-------------------۴

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر، جاوید احمد جاوید، ریاض محمود باجوہ، محمود احمد اشرف

اس شمارہ میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر).
ڈیزائن و کمپوزنگ: صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)
سالانہ:-------------------ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ:-------------------دس روپے

اداریہ

احمدیت کا حسین معاشرہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تجدید و احیاء دین کے لئے مامور ہوئے تو دین حق کو بیمار و بے کس پایا۔ اخلاقی، تمدنی، علمی اور روحانی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ دین کی یہ حالت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق تھی اور اس کے احیاء وتجدید کے لئے مسیح موعود اور مہدی آخرالزمان کی بعثت مقدر تھی۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت کے ساتھ ہی ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہوا اور ایک ایسے سلسلہ کی بنیاد پڑی جس کے نتیجہ میں اخلاقی، تمدنی، علمی اور روحانی منظر دیکھنے میں آیا۔ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پیدا ہونے والے اس عظیم تغیر کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود...... نے یوں فرمایا ہے۔

''...........وہ لوگ جو پہلے دہریت اور مادہ پرستی کا شکار تھے خدا تعالیٰ کی عبادت تو کیا کرنی تھی اس کے وجود کے ہی منکر ہو رہے تھے ان کو آپ نے تہجد گزار اور ذاکر بنا دیا۔ ان کے دماغ مغربی تعلیم سے روشن ہیں اور ان کے فکر جدید افکار پر محتوی۔ مگر ان کے دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہیں اور ان کے ماتھے خدا تعالیٰ کے حضور میں جھکے رہتے ہیں رات اور دن وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کرتے ہیں اور باوجود اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے وہ دین کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔''

''تمدن کی غلامی سے بھی آپ نے بہت سے لوگوں کو چھڑا کر عقل کے حریت خیز میدان میں لا کھڑا کیا ہے۔ باوجود زمانہ کی مخالفت کے آپ کی جماعت تمدنی اصلاح میں مشغول ہے اور اس کی عمارت کو طلب فرحت اور عیاشی کی بنیادوں سے ہٹا کر اصلاح اور عفت اور اخلاق پر کھڑا کر رہی ہے۔''

''احمدی افراد اپنے لباس و اطوار میں دوسرے لوگوں سے جدا نہیں ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود کی تعلیم نے ان پر کچھ ایسا اثر کیا کہ باوجود لباس وغیرہ میں تغیر نہ ہونے کے عام طور پر لوگ ان کو پہچان لیتے ہیں اور اس کی وجہ ان کے وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جن کے ذریعہ سے وہ دوسروں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کی زبانوں کا گالیوں اور فحش باتوں سے پاک ہونا ان کا دوسروں کی خاطر تکلیف اٹھانا اور ایثار سے کام لینا ان کا دھوکے اور فریب سے بچنا یہ ان کو ہر مجلس میں ممتاز کر کے دکھا دیتا ہے۔''

''احمدیوں میں عورتوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کو جائز قیود سے آزاد کرنے کا بھی خاص خیال پایا جاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ مذہب کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے۔ ان میں مذہبی رواداری تمام اقوام سے زیادہ ہے۔''

(احمدیت انوارالعلوم جلد ۸ صفحہ ۳۴۰ تا ۳۴۸)

یہ وہ انقلاب ہے جو اپنے اندر ایک امتیازی شان رکھتا ہے اور اپنے باطنی حسن میں بے مثال ہے۔

امام الکلام

اطمینان اور سکنیت کے آثار

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہو گا۔

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان ''کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ'' (التوبہ: ۱۱۹) کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں، وہ بھی ان میں سے ہی ہے کیونکہ ''اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔'' اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور رہے۔

غرض نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں۔ امارہ والے میں نفس امارہ کی تاثیریں ہوتی ہیں اور جو شخص نفس مطمئنہ والے کی صحبت میں بیٹھتا ہے اس پر بھی اطمینان اور سکنیت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اندر ہی اندر اسے تسلی ملنے لگتی ہے۔ مطمئنہ والے کو پہلی نعمت یہ دی جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے آرام پاتا ہے جیسے فرمایا ''یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً'' (الفجر: ۲۸-۲۹) یعنی اے خدا تعالیٰ میں آرام یافتہ نفس اپنے ربّ کی طرف آ جا۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔

اس میں ایک باریک نکتہ معرفت ہے جو یہ کہا کہ خدا تجھ سے راضی تو خدا سے راضی۔ بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس مرحلہ پر نہیں پہنچتا اور لوامہ کی حالت میں ہوتا ہے اس وقت تک خدا تعالیٰ سے ایک قسم کی لڑائی رہتی ہے یعنی کبھی وہ نفس کی تحریک سے نافرمانی بھی کر بیٹھتا ہے لیکن جب مطمئنہ کی حالت پر پہنچتا ہے تو اس جنگ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے صلح ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ خدا سے راضی ہوتا ہے اور خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ لڑائی بھڑائی بالکل جاتی رہتی ہے۔''

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۴۹-۲۵۱)

کلام الامام

احمدیت کے ذریعہ علمی وعملی تبدیلی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی............اپنے لیکچر احمدیت میں فرماتے ہیں:-

''............جاہل سے جاہل احمدی بھی کہیں نظر آئے تو اس کی عقل تیز اور اس کی بحث کی قابلیت غیر معمولی نظر آئے گی-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم نے اس جماعت کے بنانے میں یہ عظیم الشان معجزہ دکھایا ہے کہ ایک طرف تو احمدی آپ کی تعلیم کے ماتحت اس انتہائی بے دینی اور بے پروائی کو چھوڑ کر جو دنیا میں نظر آتی تھی- خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور اس کے کلام کی محبت میں سرشار نظر آتا ہے- وہ اپنے وجود کو اب صرف ایک آئینہ سمجھتا ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کے انعکاس کے لئے بنایا گیا تھا- اس کا دن اور اس کی رات خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت میں صرف ہوتے ہیں- وہ اس دنیوی مقابلہ کے زمانہ میں اپنے کاموں کا حرج کر کے روحانی فیوض کے حصول میں مشغول نظر آتا ہے- مگر دوسری طرف اسی تعلیم کے اثر سے وہ دنیا کے سخت ترین معقولی لوگوں میں سے ہے- وہ کسی بات کو بلا دلیل ماننے کے لئے تیار نہیں- ہر ایک بات کو دلیل سے مانتا ہے اور دلیل سے منوانا چاہتا ہے- وہ علوم جدیدہ کا دشمن نہیں بلکہ ان کا مؤید ہے- اور ان کو دین کا مخالف نہیں بلکہ دین کا خادم سمجھتا ہے- غرض وہ ہر بات میں اپنی حریت کو قائم رکھتا ہے- وہ نہ اپنے باپ دادوں کی سنی سنائی بات کو مانتا ہے اور نہ ہر مدعی علم کے دعویٰ کو تسلیم کر لیتا ہے اور ہر جدید بات پر فدا ہو جاتا ہے بلکہ ہر بات کو علم اور عقل سے موازنہ کر کے دیکھتا ہے- اور ہر اک حقیقت کو اسی مقام پر رکھتا ہے جو اسے خدا تعالیٰ نے بخشا ہے-

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک عجیب اثر اپنی جماعت میں یہ پیدا کر دیا ہے کہ آپ کی جماعت کے لوگ علم حاصل کرنے میں دوسرے لوگوں سے غیر معمولی طور پر بڑھ گئے ہیں- ہندوستان کی دوسری آبادی کی نسبت اس جماعت کے لوگ تعلیمی نسبت میں بہت زیادہ ہیں- حالانکہ بوجہ غربت مدارس کا کوئی الگ انتظام نہیں ہے- بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے بڑھاپے میں تعلیم حاصل کی ہے- عورتوں میں تعلیم کا اس قدر چرچا ہے کہ قادیان کے بہت سے گھر مدرسے معلوم ہوتے ہیں- ستر ستر برس کی عورتیں قرآن کریم کو ترجمہ کے ساتھ پڑھ رہی ہیں- ہر عمر کے لوگوں کا ایک جمگھٹا مردوں میں سے بھی اور عورتوں میں سے بھی قادیان میں لگا رہتا ہے- جو مختلف صوبوں سے اور ملکوں سے قادیان میں تعلیم دین حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں- غرض دنیا میں اگر کہیں مغرب و مشرق جمع نظر آتے ہیں تو وہ قادیان ہی ہے- کیونکہ دوسری جگہوں میں اگر مغربی تعلیم ہے تو دین جو مشرق سے پیدا ہوا ہے ندارد ہے- اور اگر دین ہے تو علوم جدیدہ سے بے پروائی ہے جن کا سرچشمہ آج کل مغرب ہے لیکن احمدی جماعت اور خصوصاً قادیان میں جو مرکز سلسلہ ہے یہ دونوں چیزیں اکٹھی نظر آتی ہیں- یہاں باوجود مسٹر کپلنگ کے مخالف دعویٰ کے مغرب و مشرق اکٹھے نظر آتے ہیں- ایک طرف تو علوم جدیدہ کی تحصیل اور ان میں ترقی کرنے کا جوش ہے اور دوسری طرف مذہب سے اخلاص اور اس کی تعلیمات پر یقین اس درجہ پر پہنچا ہوا ہے کہ اس کے لئے جان اور مال اور وطن کی قربانی ایک حقیر شے نظر آتی ہے- اور مذہب کے چھوٹے سے چھوٹے حکم کو اس کی اصل شکل اور صورت میں احتیاط سے پورا کیا جاتا ہے............''

(لیکچر ''احمدیت'' انوار السلام جلد ۸ صفحہ ۳۴۴)

عربی منظوم کلام

يَامَنْ أَحَاطَ الْخَلْقَ بِالْآلَاءِ   نُثْنِىْ عَلَيْكَ وَلَيْسَ حَوْلُ ثَنَاءِ

اے وہ ذات جس نے (اپنی) نعمتوں سے مخلوق کا احاطہ کیا ہوا ہے ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تعریف کی طاقت نہیں ہے۔

أُنْظُرْ إِلَىَّ بِرَحْمَةٍ وَعُطُوْفَةٍ   يَامَلْجَئِىْ يَاكَاشِفَ الْغَمَّاءِ

مجھ پر رحمت اور شفقت کی نظر کر، اے میری پناہ! اے حزن وکرب کو دور فرمانے والے!

أَنْتَ الْمُلَا ذُوَ أَنْتَ كَهْفُ نُفُوْسِنَا   فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْدَ فَنَاءِ

تو ہی جائے پناہ ہے اور تو ہی ہماری جانوں کی پناہ گاہ ہے اس دنیا میں بھی اور فنا کے بعد بھی۔

إِنَّا رَئَيْنَا فِى الظَّلَامِ مُصِيْبَةً   فَارْحَمْ وَأَنْزِلْنَا بِدَارِ ضِيَاءِ

ہم نے تاریکی کے زمانہ میں مصیبت دیکھی ہے۔تو رحم فرما اور ہمیں روشنی کے گھر میں اتار دے۔

تَعْفُوْا عَنِ الذَّنْبِ الْعَظِيْمِ بِتَوْبَةٍ   تُنْجِىْ رِقَابَ النَّاسِ مِنْ اَعْبَاءِ

تو توبہ سے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے تو ہی لوگوں کی گردنوں کو بھاری بوجھوں سے نجات دیتا ہے۔

أَنْتَ الْمُرَادُ وَأَنْتَ مَطْلَبُ مُهْجَتِىْ   وَعَلَيْكَ كُلُّ تَوَكُّلِىْ وَرَجَائِىْ

تو ہی مراد ہے اور تو ہی میری روح کا مطلوب ہے اور تجھ پر ہی میرا سارا بھروسہ اور امید ہے۔

اَعْطَيْتَنِىْ كَأْسَ الْمَحَبَّةِ رَيْقَهَا   فَشَرِبْتُ رَوْحَاءً عَلٰى رَوْحَاءِ

تو نے مجھے محبت کا بہترین ساغر عطا کیا ہے تو میں نے جام پر جام پیا۔

إِنِّىْ أَمُوْتُ وَلَا يَمُوْتُ مَحَبَّتِىْ   يُدْرٰى بِذِكْرِكَ فِى التُّرَابِ نِدَائِىْ

میں تو مر جاؤں گا لیکن میری محبت نہیں مرے گی۔ (قبر کی) مٹی میں بھی تیرے ذکر کے ساتھ ہی میری آواز جانی جائے گی۔

(منن الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۹ صفحہ ۱۶۹)

فارسی منظوم کلام

ترکِ خود کردیم بہرِ آں خدا از فنائے ما پدید آمد بقا

اُس خدا کے لئے جب ہم نے اپنی خودی ترک کر دی تو ہماری فنا کے نتیجہ میں بقا ظاہر ہوگئی۔

اندریں رہ دردِسر بسیار نیست جاں بخواہد دادنش دشوار نیست

اس راستے میں زیادہ تکلیف اُٹھانی نہیں پڑتی وہ صرف جان مانگتا ہے اور اس کا دینا مشکل نہیں ہے۔

گر نہ اُوخواندے مرا از فضل وجود صد فضولی کردمے بے سود بود

اگر وہ خود اپنے فضل وکرم سے مجھے نہ کھینچتا تو خواہ میں کتنی ہی کوششیں کرتا سب بے فائدہ تھیں۔

از نگاہے ایں گدا را شاہ کرد قصہ ہائے راہِ ما کوتاہ کرد!

اُس نے ایک نظر سے اِس فقیر کو بادشاہ بنا دیا اور ہمارے راستہ کو مختصر کر دیا

راہِ خود برمن کشود آں دلستاں دانمش زانساں کہ گُل را باغباں

اس معشوق نے خود اپنا راستہ میرے لئے کھولا۔ میں یہ بات اس طرح جانتا ہوں جیسے باغبان پھول کو

ہر کہ در عہدم ز من ماند جُدا مے کند برنفسِ خود جور و جفا

جو میرے زمانہ میں مجھ سے جُدا رہتا ہے تو وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے

پُر ز نُورِ دلستاں شد سینہ ام شد ز دستے صیقلِ آئینہ ام

معشوق کے نور سے میرا سینہ بھر گیا میرے آئینہ کا صیقل ایک ہاتھ نے کیا

پیکرم شد پیکرِ یارِ ازل کارِ من شد کارِ دلدارِ ازل

میرا وجود اُس یار ازلی کا وجود بن گیا اور میرا کام اُس دلدار قدیم کا کام ہوگیا

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)

دعوتِ الی اللہ کی اہمیت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

''ہر احمدی بہر حال اس بات سے اپنی دعوت الی اللہ کا آغاز کردے کہ فوری طور پر نہایت سنجیدگی سے دُعا کرے اور روزانہ پانچوں وقت اُس کو اپنے اوپر لازم کرے۔ وہ خدا سے یہ التجا کرے کہ اے خدا ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرسکیں اور تیری نظر میں داعی الی اللہ بننے کا جو حق ہے اس کو ادا کرنے لگ جائیں۔''

(خطبہ فرمودہ ۴ مارچ ۱۹۸۳ء)

''میری تو دن رات کی یہ تمنا ہے دن رات دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ اس لئے اللہ مجھے یاد کرواتا رہے گا اور میں یاد رکھوں گا اور آپ کو بھی یاد کرواتا رہوں گا۔ لیکن اگر آپ نے غفلت کی وجہ سے اس بات کو بھلا دیا تو یاد رکھیں کہ آپ خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اس لئے نہ خود بھولیں اور نہ دوسروں کو بھولنے دیں۔ آج جماعت کی سب سے بڑی اور سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ اگست ۱۹۸۷ء)

''آپ میں سے ہر ایک کو دعوت الی اللہ زندہ کرسکتی ہے، ہر شخص اگر دعوت الی اللہ کے مضمون کو سمجھ کر اس کا حق ادا کرے گا تو ہر شخص ولی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دعوت غیروں کو ہی خدا کے قریب نہیں کرے گی بلکہ آپ کو خدا کے قریب تر کرتی چلی جائے گی اور جماعت میں کثرت سے اولیاء اللہ پیدا ہوں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ مارچ ۱۹۹۲ء)

پس میں تمام احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کے انسان کو خدائے حیّ وقیوم کی طرف بلائیں۔ مشرق کو بھی بلائیں اور مغرب کو بھی بلائیں۔ کالے کو بھی بلائیں اور گورے کو بھی بلائیں۔ عیسائی کو بھی بلائیں اور ہندو کو بھی بلائیں۔ مشرقی بلاک کو بھی بلانا آج آپ کے سپرد ہے اور مغربی بلاک کو بلانا بھی آج آپ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو موت کے بدلہ زندگی بخشنی ہے۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو مرنے والے مرجائیں گے اور اندھیروں میں بھٹکنے والے ہمیشہ بھٹکتے رہیں گے۔ اس لئے اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو اور اے دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو! اب اس خیال کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے گئے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک داعی الی اللہ ہے اور ہر ایک خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوگا۔ تمہارا کوئی بھی پیشہ ہو کوئی بھی تمہارا کام ہو، دنیا کے کسی خطہ میں بس رہے ہو، کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو، تمہارا اولین فرض یہ ہے کہ دنیا کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربّ کی طرف بلاؤ اور ان کے اندھیروں کو نُور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔ اللہ تعالیٰ کرے ایسا ہی ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ فروری ۱۹۸۳ء)

''اگر آپ اکیلے داعی الی اللہ ہیں تو اپنا منصوبہ بنائیں اور گھر میں بچوں کو بھی آمادہ کریں۔ بیوی کو بھی اس سکیم میں شامل ہونے کے لئے آمادہ کریں اور پھر جب بچے منصوبے بنائیں تو آپ ان سے منصوبہ لے کر ان کے ساتھ بیٹھا کریں اور ان کو بتائیں کہ اس منصوبہ میں یہ کمزوری ہے۔ اس وقت دنیا کو دعوت الی اللہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور ایسے عالمی حالات پیدا ہو رہے ہیں کہ لوگ دعوت الی اللہ قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ فروری ۱۹۹۲ء)

''اوّل یہ کہ (دعوت الی اللہ) کوئی طوعی چندہ نہیں ہے۔ کوئی نفل نہیں ہے کہ نہ بھی ادا کریں گے تو آپ کی روحانی شخصیت مکمل ہو جائے گی۔ دعوت الی اللہ فریضہ ہے اور ایسی شدت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اگر دعوت الی اللہ نہ کی تو تُو نے رسالت کو ہی ضائع کر دیا۔ آپ کی امت بھی جواب دہ ہے ہم میں سے ہر ایک جواب دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ دنیا تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکے گی۔ یعنی مخالفت تو ہو گی لیکن ہم دنیا کو یہ توفیق نہیں دیں گے کہ تمہارا نقصان کر سکے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جولائی ۱۹۸۵ء)

''اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بننا ہے تو پھر دعوت الی اللہ ہر ایک پر ضرور فرض ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی ساتھی شمار ہوں گے جو خدا کی راہ میں کھیتی اگائیں گے اور پھر اس کی پرورش خود کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ کھیتی توانا ہو جائے لہٰذا ہر وہ احمدی جو کسی بھی جگہ دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے اس کا کلام اللہ میں ذکر موجود ہے۔ اس لئے اگر خدا کی بیان کردہ تعریف کی رو سے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بنتے ہیں تو آپ کو لازماً خدا کی راہ میں کھیتی اگانا ہو گی اور نئے نئے روحانی وجود پیدا کرنے ہوں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ نومبر ۱۹۸۷ء)

''ہم میں سے اکثر ابھی داعی الی اللہ نہیں بن سکے لیکن داعی الی اللہ بننے کے لئے محبت اور اخلاص کی جو مرکزی طاقت ہے وہ ان میں موجود ہے اس لئے یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے کہ پچاس فیصدی احمدی حقیقتاً داعی الی اللہ بن جائیں۔ اور میں یقین رکھوں کہ اللہ کے فضل سے پچاس فیصد احمدی داعی الی اللہ بننے کے اہل بن چکے ہیں۔ پس دعوت الی اللہ کے لئے سب سے زیادہ ضرورت ایک تو جذبے کی ہے اور دوسرے دعا کی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ نومبر ۱۹۸۷ء)

''وہ لوگ جو پاکستان میں اس خیال سے دعوت الی اللہ چھوڑ چکے ہیں کہ اب دعوت الی اللہ بند ہو گئی ہے۔ بڑی سختی ہو رہی ہے۔ ہم دعوت الی اللہ کریں تو یہ مصیبتیں پڑیں گی۔ یہ ان کا واہمہ ہے جو لوگ دعوت الی اللہ نہیں کریں گے ان پر بھی دعوت الی اللہ کا الزام لگنا ہی لگنا ہے۔ کیونکہ مقابل پر جھوٹے ہیں اس لئے اگر دعوت الی اللہ نہ کر کے آپ قید کئے جائیں گے تو یہ تو گناہ بے لذت ہے۔ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اس سزا پر آپ کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اس لئے جب جانا ہی ہے تو دعوت الی اللہ کر کے قید میں جائیں تاکہ خدا کے پیار کا مورد بنیں''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ فروری ۱۹۸۷ء)

''اگر مجلس انصاراللہ کا ہر ممبر یہ کوشش کرے کہ ہر سال ایک نئے ممبر کا اضافہ کرے خواہ وہ عمر کے اعتبار سے خادم

ہی کیوں نہ ہو تو اس صورت میں یہ ہوگا کہ اگلے سال نئے شرکاء کی تعداد قریباً اتنی ہوگی جتنی پرانے شرکاء کی تھی۔ آپ بس دگنے ہونے شروع ہو جائیں گے۔ فطرت میں بھی یہی نظام جاری ہے اور اس کا پھر مقابلہ کرنا ممکن نہ ہوگا۔ فطرت نے اس طریق پر بڑھنے والی زندگی کی ضمانت دی ہے۔ چنانچہ جراثیم کی تعداد بھی اسی حساب سے اس طریق پر بڑھتی ہے۔ بیماری بھی اس طرح پھیلتی ہیں۔ چنانچہ ایک جرثومہ سے آغاز ہوتا ہے جو چند گھنٹوں میں کروڑہا بن چکے ہوتے ہیں۔ بنیادی اصول مشترک ہے جس کے مطابق جراثیم ایک سے دو، دو سے چار اور چار سے آٹھ ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ نسخہ ہے۔ جو خدا نے فطرت کے ذریعہ ہم پر ظاہر کیا ہے اسی نسخہ سے مذاہب کی تاریخ ہمیں سمجھائی جو غالب آئے اور یہ واحد نسخہ ہے جو آج یا مستقبل میں کامیاب ثابت ہوگا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے اور اس مقصد کے حصول میں ہماری مدد فرمائے۔ جب اسے مجموعی طور پر دیکھیں تو انتہائی پُرکشش چیز معلوم ہوتی ہے لیکن جب آغاز کریں تو مشکل معلوم ہو سکتی ہے لیکن ہے نہیں۔ ایک فرد کے لئے ایک مزید فرد پیدا کرنا زیادہ مشکل کام نہیں۔ اگر ایک شخص صدق سے کوشش کرے اور دعا کرے تو یہ ممکن ہے۔''

(ترجمہ از انگریزی خطاب سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے ۱۹۹۱ء)

''پس خوشی اور مسرت اور عزم اور یقین کے ساتھ آگے بڑھو۔ (دعوت الی اللہ) کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہزار ہا احمدی سینوں میں یہ لَو جل رہی ہے اس کو بجھنے نہیں دینا اس کو بجھنے نہیں دینا۔ تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم اس کو بجھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔ میں خدائے ذوالجلال والاکرام کے مقدس نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دے گا۔ یہ لو بلند تر ہوگی اور پھیلے گی اور سینہ بہ سینہ روشن ہوتی چلی جائے گی اور تمام روئے زمین کو گھیر لے گی اور تمام تاریکیوں کو اُجالوں میں بدل دے گی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲؍اگست ۱۹۸۳ء)

''آخر میں مجھے یہ زور دے کر کہنا ہے کہ ایک آدمی کے لئے سال میں ایک پھل حاصل کرنا کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ آپ میں سے ہر ایک اس صلاحیت کا حامل ہے۔ اس کام کے لئے کوئی زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک چیز کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ باخدا بن جائیں۔'' (خطاب سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے جولائی ۱۹۸۹ء)

اعلان بابت چندہ ماہنامہ ''انصاراللہ'' ربوہ: تمام عہدیداران اور خریداران ماہنامہ ''انصاراللہ'' کی اطلاع کے لئے اعلان ہے کہ ماہنامہ کی نئی شرح چندہ سالانہ بالتفصیل ذیل درج ہے۔

(۱)	پاکستان	سالانہ چندہ -/۱۰۰ روپے	فی رسالہ دس روپے
(۲)	امریکہ و آسٹریلیا	سالانہ ۳۰ ڈالر امریکن	By Air
(۳)	کینیڈا	سالانہ چندہ ۳۵ ڈالر کینیڈین	By Air
(۴)	برطانیہ	سالانہ چندہ ۱۵ پونڈز	By Air
(۵)	یورپ افریقہ و دیگر ممالک	سالانہ چندہ ۲۰ یورو	By Air

اس کے مطابق چندہ بھجوائے جانے کی درخواست ہے۔ (مینیجر ماہنامہ ''انصاراللہ'')

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ

ذکرِ حبیب

(۲)

از: مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان

(تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۰۲ء)

بچوں سے شفقت

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اپنے بچپن اور اوائل جوانی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ناراضگی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی۔ مزید بیان کرتے ہیں مَیں نے تحصیلداری کا امتحان ۱۸۸۴ء میں دیا تھا۔ اس وقت مَیں نے والد صاحب کو دعا کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ تو انہوں نے رقعہ پھینک دیا اور فرمایا: ''ہمیشہ دنیاداری کے ہی طالب ہوتے ہیں۔'' جو آدمی رقعہ لے کر گیا تھا اس نے آ کر مجھے یہ واقعہ بتایا۔ اس کے بعد والد صاحب نے ایک شخص سے ذکر کیا کہ ہم نے تو سلطان احمد کا رقعہ چاک کر دیا تھا کہ ''ایک دنیوی غرض اپنے مالک کے سامنے کیا پیش کروں ...... کہ الہام ہوا ''پاس ہو جاوے گا۔'' مرزا سلطان احمد صاحب کہتے ہیں چنانچہ مَیں امتحان میں پاس ہو گیا۔

صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب حضور کی زوجہ اول کے بطن سے چھوٹے بیٹے تھے۔ حضور سے بہت محبت کرنے والے اور حضور کے نہایت درجہ فرمانبردار تھے۔ محمدی بیگم کی پیشگوئی کے بعد جب رشتہ داروں کی طرف سے شدید مخالفت ہوئی تو حضور نے ان کو تحریر کیا کہ ''ان سب لوگوں نے میری سخت مخالفت کی ہے اب ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا .... لہٰذا اب تم اپنا آخری فیصلہ کرو۔ اگر تم نے میرے ساتھ تعلق رکھنا ہے تو پھر ان سے قطع تعلق کرنا ہوگا اور اگر ان کے ساتھ تعلق رکھنا ہے تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا۔'' مرزا فضل احمد صاحب نے جواباً لکھا کہ:-

''میرا آپ کے ساتھ ہی تعلق ہے۔ ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔''

حضرت اماں جان .... فرماتی ہیں کہ اس کے بعد فضل احمد قادیان آ کر ہمارے پاس ہی ٹھہرتا تھا۔ اماں جان یہ بھی فرماتی تھیں کہ فضل احمد بہت شرمیلا تھا۔ حضرت صاحب کے سامنے آنکھ نہیں اٹھاتا تھا۔ حضرت صاحب اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ فضل احمد سیدھی طبیعت کا ہے اور اس میں محبت کا مادہ ہے۔ آپ مزید بیان کرتی ہیں کہ جب مرزا فضل احمد صاحب کی وفات کی خبر آئی تو اس رات حضرت صاحب قریباً ساری رات نہیں سوئے اور بعد میں بھی کئی روز تک مغموم

رہے- ایک روایت میں ذکر ہے کہ اس رات حضور صدمہ کی حالت میں گھر کے صحن میں بہت دیر تک ٹہلتے رہے اور جب تائی کے گھر سے جہاں مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ رکھا تھا بین کرنے یا رونے کی آواز آتی تو حضور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی اہلیہ سے جو صحن میں موجود تھیں فرماتے:

''مولویانی پُتر تے میراای سی'' لیکن اس صدمہ کو اتنا محسوس کرنے کے باوجود چونکہ مرزا فضل احمد صاحب سلسلہ بیعت میں داخل نہیں ہوئے تھے اس لئے حضور نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور بعض احمدیوں کے پوچھنے پر ان کو بھی اجازت نہ دی-

خادموں سے سلوک

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضور کی ناراضگی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی- عام دنیاوی معاملات میں آپ حد درجہ حلم اور نرمی سے کام لیتے تھے- حضرت محمد اکبر خان سنوری حضور کے نجی خادم تھے اور ان کی بیوی اور بیٹی حضور کے گھر میں خدمت کرتی تھیں- حضور کے گھر میں رات کو روشنی کے لئے موم بتیاں استعمال کی جاتی تھیں ایک دفعہ محمد اکبر خان صاحب سنوری کی بیٹی حضور کے کمرے میں موم بتی جلا کر رکھ آئیں- کمرے میں حضور کے مسودات رکھے ہوئے تھے- موم بتی گری اور کاغذات نے آگ پکڑ لی- تمام مسودات جل گئے اور کچھ چیزوں کا بھی نقصان ہو گیا- چونکہ حضور اپنے مسودات نہایت احتیاط اور حفاظت سے رکھا کرتے تھے اس لئے اکبر خان صاحب، اُن کی بیوی اور بیٹی کو سخت فکر اور پریشانی ہوئی کہ نہ جانے اب کیا ہوگا اور حضور کس طرح پیش آئیں گے- مگر حضور نے یہ کہہ کر معاملہ ختم کر دیا کہ: ''شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس سے زیادہ نقصان نہیں ہوا-''

دینی غیرت وحمیّت

حضور کی اس حلم اور بردباری کو سامنے رکھیں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کی یہ روایت سنیں- آپ اپنے بچپن کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا- میں وہاں کھڑا تھا- اندر کمرے میں صرف حضرت صاحب تھے- میں نے اس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ٹیپو، ٹیپو، ٹیپو! حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا: تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم ان کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو- خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا-''

حضور علیہ السلام کی بے پناہ دینی حمیت اور قومی غیرت کا یہ ایک عجیب پہلو ہے جو مندرجہ دونوں واقعات سے ہمارے سامنے آتا ہے- ایک طرف ایک خادمہ کا یہ فعل تو آپ برداشت کر لیتے ہیں کہ وہ آپ کے نہایت محنت سے لکھے ہوئے مسودات کو جلا دیتی ہے جن پر خدا جانے کتنی راتوں اور کتنے دنوں کی محنت آپ نے کی ہوگی اور اس تکلیف اور مشقت

کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے جو اس کے نتیجہ میں آپ کو دوبارہ کرنی پڑی ہوگی لیکن ایک شہید مسلمان سلطان کا جس کے ساتھ سوائے اسلام کے آپ کا کوئی رشتہ نہ تھا- لاعلمی کی وجہ سے ایسا نام لینا جس سے اس کی تحقیر ہوتی تھی آپ سے برداشت نہ ہوا اور اپنے بیٹے کو جو ابھی بچہ ہی تھا نہایت سختی سے ڈانٹ دیا-

یہی دینی حمیت تھی کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جو ابھی بالکل چھوٹے بچے تھے اور قرآن کریم کے ادب واحترام کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتے تھے- ان سے ایک ایسی بات ہوگئی جو حضور کے نزدیک قرآن کریم کے ادب کے خلاف تھی، حضور کا چہرہ سرخ ہوگیا- اس بات کو برداشت نہ کرسکے اور مبارک احمد مرحوم کے شانے پر ایک تھپڑ مارا-

یہ واقعہ اور بھی اہمیت اختیار کرجاتا ہے جب یہ بات مدنظر رکھی جائے کہ حضور علیہ السلام کی ۷۴، ۷۵ سالہ زندگی کے بارے میں سینکڑوں دوستوں اور دشمنوں نے اپنی چشم دید روایات بیان کی ہیں- ان میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی، بچے اور جوان بھی، ادھیڑ عمر اور بوڑھے بھی- ان میں احمدی بھی ہیں غیر احمدی .... بھی- ہندو، سکھ اور عیسائی بھی- عوام الناس بھی ہیں اور اپنے زمانہ کے بڑے لوگ بھی- ان میں حضور پر جان قربان کرنے کا عزم رکھنے والے بھی شامل ہیں اور حضور کی جان لینے کو کارِ ثواب سمجھنے والے بھی- لیکن ان ساری روایات میں صرف یہی ایک روایت ملتی ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ حضور نے کسی کو بدنی سزا دی ہے- وہ بھی کسی ذاتی قصور پر نہیں- قرآن کی بے ادبی اور وہ بھی اپنے بیٹے کو! اور وہ بھی ایسی عمر میں جو بالکل ناسمجھی کی عمر کہلاتی ہے- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ-

حضور کے ایک خادم تھے- پیراں دتہ ان کا نام تھا- حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بالکل جاہل، اجڈ اور گنوار آدمی تھے- ان سے بے وقوفی کے اعمال کا سرزد ہونا ایک معمولی بات تھی اور وہ ہمیشہ اپنی بے وقوفی سے دوسروں کے معتوب ہوتے رہتے تھے- مگر حضور نے کبھی ان کو نہ ڈانٹا نہ دھمکایا بلکہ فرماتے تھے کہ اھل الجنّة میں سے ہے-

پیراں دتہ کے حضور کی خدمت میں آنے کا واقعہ بھی عجیب رنگ رکھتا ہے- یہ کانگڑہ کے پہاڑی علاقہ کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے- بیمار ہوگئے اور بیماری اتنی بڑھی کہ کوئی علاج کارگر نہ ہوا- کسی ذریعہ سے ان کے عزیزوں کو حضور کا علم ہوا کہ آپ علاج بھی کرتے ہیں- ان کے عزیز ان کو لے کر قادیان حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے- اس وقت ان کی حالت بیماری کے باعث ایسی ہوچکی تھی کہ بظاہر ان کی زندگی کی امید نہ تھی- ان کے عزیزوں نے سوچا کہ اب انہوں نے کون سا زندہ رہنا ہے- چنانچہ وہ انہیں حضور کے پاس چھوڑ کر خود بغیر بتائے واپس اپنے وطن چلے گئے- یہ حضور کے دعویٰ سے قبل کی بات ہے- حضور نے ان کی تیمارداری کی- ان کی غذا اور دوا کا خیال کیا اور اللہ نے رحم فرمایا اور یہ تندرست ہو گئے- تندرست ہونے کے بعد بھی یہ حضور کی خدمت میں رہے- ایک عرصہ گزرنے کے بعد ہوتے ہوتے یہ خبر ان کے عزیزوں تک بھی پہنچ گئی اور وہ انہیں لینے کے لئے قادیان آموجود ہوئے- اور ان کو وطن واپس چلنے کے لئے کہا- مگر پیراں دتہ راضی نہ ہوئے- انہوں نے بہت زور دیا- رشتہ داری کے واسطے دیئے- لیکن پیراں دتہ مرحوم نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ

تم تو مجھے مردہ سمجھ کر پھینک کر چلے گئے تھے۔ اب میرے باپ ہیں تو مرزا صاحب ہیں اور عزیز ہیں تو مرزا صاحب۔ اب میں ساری زندگی ان کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ ساری زندگی حضور کے قدموں میں گزار دی اور حضور کی زندگی میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

مریدوں سے شفقت

حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحب ایک بظاہر معمولی اور سادہ سے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں ایک بار ایک بیمار کا حال بتانے کے لئے وہ رات ایک بجے کے قریب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مکان کے سب دروازے بند اور لوگوں کو سوتے پایا۔ میں نے ایک آواز بڑے زور سے گھبراہٹ میں دی۔ تو پہلے جو بولے تو حضرت بولے کہ ''صاحبزادہ صاحب ہیں........... اندر آؤ'' اور ایک خادمہ سے فرمایا ''جلدی دروازہ کھول دو ثواب ہوگا۔''

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں:

''رات ایک بجنے کے قریب ہے۔ نیند کا، آرام کا وقت ہے۔ خاکسار کا سخت آواز سے پکارنا۔ جواب میں حضور کا نہایت نرم آواز سے دریافت فرمانا اور ایک خادمہ کو جو اسی کام اور خدمت کے لئے رکھی گئی ہے فرمانا ''دروازہ کھول دو ثواب ہوگا'' آپ مرشد اور مسیح موعود ہی نہیں بلکہ جری اللہ فی حلل الانبیاء اور رئیس ابن رئیس اور امیر ابن امیر۔ دونوں حیثیتیں ایک سے ایک بڑھی ہوئی اور پھر یہ نرمی اور عاجزی اور مسکینی........... میں خود پیرزادہ ہوں اور کئی ہزار پیشوا اور راہنما۔ لاکھوں معتقد ہیں۔ سب کچھ ہے۔ مجھ سے زیادہ اس کام کا رازدار اور جاننے والا کون ہوگا۔ امامِ اعظم سے میرے تک نسلاً بعد نسلاً پیر ہوتے چلے آئے ہیں۔ پھر کوئی بات تو ہے جو میرے جیسے انسان کو اس با خدا انسان کی طرف کھینچ لائی ہے۔ اے احمد قادیانی! تجھ پر اور تیرے متبوع محمدؐ مدنی پر لاکھوں کروڑوں سلام!'' اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین صاحب اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت اور توکل علی اللہ اور اطاعت مسیح موعود علیہ السلام میں ایسا مقام رکھتے ہیں جو عدیم المثال ہے۔ حضور آپ سے بہت محبت کرتے اور آپ کے دل میں حضرت مولوی صاحب کی بہت قدر تھی۔ اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ حضور نے آپ کے بارے میں فرمایا:

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

ایک اور جگہ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں کہ وہ میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح انسان کی نبض اس کے دل کی پیروی کرتی ہے۔ حضور نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ میں دعا کرتا تھا کہ اللہ مجھے ایسا مددگار عطا کرے

جو میرے ساتھ ہو کر دین کا کام کرے۔فرماتے ہیں کہ جب میں نے نورالدین کو دیکھا تو میرے دل نے پکارا کہ:"ھٰــذا دُعائی" یہ میری دعاؤں کی قبولیت کا ثمر ہے۔

لیکن جب حضرتؑ نے حضرت مولوی صاحب سے بھی ایک ایسی بات دیکھی جو قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق نہ تھی تو حضور نے فوراً آپ کو اس طرح توجہ دلائی۔بات یہ تھی کہ کسی دوست نے حضرت مولوی صاحب...... سے اپنی جائیداد بطور قرض لی تھی اور حضرت مولوی صاحب نے بغیر قانونی کارروائی کی تکمیل کئے یہ رقم مقروض دوست کو دے دی تھی۔یہ ایک عام طریق ہے اور اب بھی لوگ اس طرح کرتے ہیں۔دوستوں سے قرض لیتے اور دیتے ہیں مگر نہ تو رسید لیتے ہیں نہ کوئی اور لکھا پڑھی کرتے ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات بعد میں جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور رقم بھی ضائع ہوتی ہے۔اور دوستانہ تعلقات بھی بگڑ جاتے ہیں۔یہی اس موقعہ پر ہوا۔چنانچہ حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں:-

''ہم نے ایک دفعہ پانسو روپیہ دیا اور جائیداد کی رجسٹری نہ کرائی۔چنانچہ وہ روپیہ بھی واپس نہ ملا۔حضرت صاحب نے فرمایا۔نورالدین نے دو گناہ کئے۔ایک تو یہ کہ اللہ کے حکم کے مطابق وہ رجسٹری داخل خارج نہ کرائی۔دوم اپنے تساہل سے دوسرے کو گناہ کا موقع دیا۔انہیں شاید پانچ سو روپے کی فکر ہے اور مجھے اس بات کی کہ پانچ سو روپے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔کسی اور شامت میں مبتلا نہ ہوں۔''

حضور کی یہی توجہ تھی جس نے حضرت مولوی صاحب کی نیکی اور تقویٰ کو وہ جلا بخشی کہ آپ حضور کی نیابت کے عدیم النظیر مقام کو پہنچے۔حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی آپ کے تقویٰ کے بارے میں ایک روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قادیان کے ایک احمدی دوست نے متعدد احمدی احباب کی دعوت کی.......... (دعوت کے بعد) قیام گاہ کی طرف واپس آتے ہوئے راستہ میں ایک مکان پر سرکنڈوں کا چھپر تھا۔اس چھپر سے.......... ایک سرکنڈے سے مولوی حسن علی صاحب (آپ بہار کے رہنے والے احمدی ہونے سے پہلے سارے ہندوستان میں ایک بڑے مسلمان مشنری یا واعظ کی حیثیت سے جانے جاتے تھے) نے دانتوں کے خلال کے لئے ایک تنکا توڑ لیا۔حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اس پر مولوی حسن علی صاحب کو فرمایا:

''مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کی صحبت کا اثر میرے قلب پر بلحاظ تقویٰ اس قدر پڑا ہے کہ جس تنکے کو آپ نے توڑا ہے میرا قلب اس کے لئے ہرگز جرأت نہیں کرسکتا۔''

حضرت مسیح موعودؑ غیروں کی نظر میں

کسی کی سیرت یا اخلاق کے بارے میں جاننے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ دیکھا جائے کہ اس شخصیت کے بارے میں دوسرے کیا کہتے ہیں۔اس پہلو سے جب ہم حضور کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بے شمار ایسے مواقع ملتے

ہیں جن میں حضور کے عزیزوں نے، دوستوں اور مریدوں نے، مخالفوں اور دشمنوں نے یا غیر جانبدار لوگوں نے حضور کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

حضرت پیر سراج الحق نعمانی...... ایک معزز سکھ زمیندار جو اپنے گاؤں کے نمبردار بھی تھے اور حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب سے تعلق رکھتے تھے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ یہ دوست ایک بار حضور سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی ان کے آنے کا علم ہو گیا۔ حضور سے ملاقات کے بعد صاحبزادہ صاحب ان کو اپنے گھر لے گئے اور حضور کے بارے میں دریافت کیا: وہ کہنے لگے:

''میں کیا کیا باتیں مرزا جی کی سناؤں۔ ایک دفتر لکھنے کو چاہیے.......... میں نے ان کو گود کھلایا ہے۔ جب سے اس نے ہوش سنبھالا ہے نیک رہا.......... شرارت، فساد، جھوٹ، گالی کبھی اس میں نہیں دیکھی.......... آپ کے والد مجھے کہتے نمبردار رجاؤ غلام احمد کو بلا لاؤ.......... میں جاتا بلا لاتا۔ والد کا حکم سن کر اسی وقت آ جاتے اور چپ چاپ بیٹھ جاتے اور نیچی نگاہ رکھتے.......... (والد صاحب جب بات کر لیتے تو ان کی اجازت سے چلے جاتے۔ جب یہ چلے جاتے تو والد صاحب ہم سے کہتے)......... ہمارے بعد یہ کس طرح زندگی بسر کرے گا۔ ہے تو یہ نیک صالح.......... پھر آبدیدہ ہو کر کہتے جو حال پاکیزہ غلام احمد کا ہے وہ ہمارا کہاں ہے۔ یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے۔ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔ یہ بات کہہ کر وہ بوڑھا سردار چشم پُر آب ہو گیا۔ کہنے لگا۔ اب مرزا غلام مرتضٰی زندہ ہوتا اور اس کا یہ عروج اور ترقی دیکھتا کہ دنیا کے عقلمند اور مولوی ملا اس کے در کے محتاج ہیں اور خدا نے اس کو وہ مرتبہ دیا اور اپنا وہ جلوہ قدرت کا دکھایا کہ سب کی عقل اور علم اس کے آگے ہیچ ہیں۔''

صاحبزادہ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اپنی طرف سے نہ کچھ گھٹایا نہ بڑھایا۔ صرف اس کی زبان پنجابی کا ترجمہ کیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک اور واقعہ بھی لکھا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''میں دارالامان سے بٹالہ کسی کام کو گیا.......... واپس قادیان کو آتے ہوئے یکہ میں ایک ہندو بھی سوار ہو لیا۔ وہ بھی قادیان کو آتا تھا۔ لیکن اس کو کسی دوسرے گاؤں جانا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو جانتے ہو۔ اس نے کہا میں خوب جانتا ہوں اور تم سے زیادہ واقف ہوں.......... میں نے بچپن سے مرزا غلام احمد کو دیکھا ہے.......... میں اور وہ ہم عمر ہیں اور قادیان میرا آنا جانا ہمیشہ رہتا ہے۔ اور اب بھی دیکھتا ہوں۔ جیسی عمدہ عادات اب ہیں ایسی نیک خصلتیں اور عادات پہلے تھیں۔ اب بھی وہی ہیں۔ سچا، امانتدار، نیک میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پرمیشور مرزا صاحب کی شکل اختیار کر کے زمین پر اتر آیا ہے اور پرمیشور اپنے جلوے دکھا رہا ہے۔''

اب حضور کے ایک ہم مکتب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی رائے پیش ہے۔ آپ حضور کی کتاب براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''مؤلف کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے.............. ہمارے ہم وطن بلکہ اوائل عمر کے ہمارے ہم مکتب ہیں۔''

آگے جا کر براہین احمدیہ کو ایک ایسی کتاب قرار دیتے ہوئے ''جس کی نظیر آج تک.......... میں تالیف نہیں ہوئی'' حضور کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اس کا مؤلف بھی.......... کی مالی، جانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔''

یہ تو مکرم مولوی صاحب کی اس وقت کی رائے ہے جب ابھی مولوی صاحب نے حضور کی مخالفت شروع نہیں کی تھی۔ بعد میں مولوی صاحب موصوف اوّل المکفرین بنے اور حضور کے شدید مخالف ہوگئے اور دشمنی میں اس قدر بڑھ گئے کہ عیسائیوں کی طرف سے حضور کے خلاف قائم ہونے والے مقدمہ قتل میں عیسائیوں کے پوری طرح معاون رہے۔ لیکن ان حالات میں بھی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی روایت کرتے ہیں کہ:۔

''میں نے خود مولوی محمد حسین صاحب سے نہ ایک مرتبہ بلکہ متعدد مرتبہ سنا۔ وہ کہا کرتے تھے: تم مرزا کو نہیں جانتے۔ میں اب بھی ان کو جو کچھ کہوں گا کرا لوں گا۔ یہ مخالفت اور رنگ کی ہے۔''

مولوی صاحب تو شاید اس بات کو اپنا کمال سمجھتے تھے کہ حضور ان کی بات مان لیتے ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ حضور کی طبعیت میں وفا کا مادہ اتنا تھا کہ جب ایک بار کسی سے تعلق ہو گیا تو پھر کچھ بھی ہو جائے، حضور ہر حال میں اس تعلق کو نبھاتے تھے۔ حضور نے مولوی صاحب کے ساتھ بھی اس تعلق کو آخر تک قائم رکھا۔ اور باوجود مولوی صاحب کی طرف سے ہر قسم کی مخالفت اور عناد کے قائم رکھا۔ اگر کبھی ان تعلقات میں رخنہ پڑا تو وہ خود مولوی صاحب کی طرف سے پڑا۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب لکھتے ہیں۔

''حضور کے زمانہ کے آخری ایام کی بات ہے۔ مولوی صاحب کے حالات ایسے ہو گئے تھے کوئی کاتب ان کے رسالہ کے لکھنے کو تیار نہ ہوتا تھا اور چھپوانا تو اور بھی مشکل تھا۔ انہوں نے اپنے ہم مسلک اہل حدیث عالم جن کا اپنا پریس بھی تھا کو اس سلسلے میں مدد کے لئے لکھا۔ مولوی صاحب نے اجرت کی ادائیگی کی شرط پر حامی بھی بھری لیکن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے لئے یہ شرائط پوری کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت شیخ صاحب کو پیغام بھیجا کہ حضور سے عرض کریں کہ اپنے کاتب سے ان کا کام کرا دیں۔ شیخ صاحب کے عرض کرنے پر حضور نے بلاتوقف فرمایا:

''ان کو کہہ دو کہ وہ اپنی کاپیاں اور مضمون لے کر آجاویں۔ میں اپنا کام بند کر کے ان کا کام کرادوں گا خواہ وہ میری مخالفت ہی میں ہو۔''

لالہ ملاوامل صاحب کے نام سے جماعت کے اکثر احباب واقف ہیں۔ حضور نے اپنی کتابوں میں بہت مرتبہ ان

کا ذکر کیا ہے اور اپنے نشانوں کے پورا ہونے کے لئے ان کو گواہ ٹھہرایا ہے۔ اپنی جوانی کے زمانہ میں وہ حضور کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ لالہ صاحب تپ دق کے مرض سے بیمار ہو گئے اور حالت مایوسی کی ہو گئی اور اسی مایوسی اور بے چینی کی حالت میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت آہ وزاری کی اور دعا کی درخواست کی۔ حضور کو ان کی حالت دیکھ کر رحم آیا اور آپ نے خاص توجہ سے ان کے لئے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی اور الہام ہوا۔ "یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا" کہ اے بیماری کی آگ تو اس نوجوان پر ٹھنڈی ہو جا۔ اس کے لئے حفاظت اور سلامتی کا موجب بن جا" لالہ صاحب اس کے بعد بہت جلد اس خطرناک مرض سے شفایاب ہو گئے اور سو سال سے زیادہ عمر پا کر ۱۹۵۱-۱۹۵۲ء میں قادیان میں وفات پائی۔

ان لالہ ملاوامل صاحب پر حضور کی نیکی، تقویٰ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا اتنا گہرا اثر تھا کہ ۱۹۴۷ء میں جب قادیان اور اس کے نواح میں شدید فسادات ہوئے اور ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں بہت سے بے گناہ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے جن میں کچھ احمدی تھے مارے گئے اور خلیفۃ المسیح الثانی...... سمیت جماعت کی اکثریت کو پاکستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی اور قادیان میں تین سو سے کچھ اوپر درویشان ہی رہ گئے۔ تو اس وقت لالہ ملاوامل صاحب نے اپنے بیٹے لالہ دِتا رام کو خاص طور پر نصیحت کی:

"دیکھو تم ہرگز احمدیوں کی مخالفت نہ کرنا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے پیشگوئی کی ہوئی ہے کہ ان کی جماعت قادیان پھر واپس آئے گی اور میں دیکھ چکا ہوں کہ جو بات مرزا صاحب کہا کرتے تھے وہ پوری ہو جایا کرتی تھی۔" (جاری)

میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء کے لئے ضروری اعلان

(۱) اس سال میٹرک کا امتحان دینے والے ایسے بچے جو وقف کرنا چاہتے ہیں اور واقفینِ نو جو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند ہیں وہ داخلہ کے لئے ابھی سے اپنی درخواست والد/ سرپرست کی تصدیق کے ساتھ اور مقامی جماعت کے امیر صاحب/ صدر صاحب کی وساطت سے وکالتِ دیوان تحریکِ جدید ربوہ کو ارسال کریں تا کہ داخلہ کے انٹرویو سے پہلے ضروری کارروائی مکمل کی جا سکے۔ درخواست میں نام، ولدیت، تاریخ پیدائش اور مکمل پتہ درج کریں۔ میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ (حاصل کردہ نمبر/گریڈ) کی اطلاع دیں۔ داخلہ کے انٹرویو کے لئے معین تاریخ کا اعلان روزنامہ الفضل میں کر دیا جائے گا۔

(۲) قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں۔ دینی معلومات اور معلومات عامہ کو بہتر بنائیں۔ جماعتی کتب خصوصاً سیرت النبیؐ، سیرت حضرت مسیح موعودؑ، مختصر تاریخ احمدیت، کامیابی کی راہیں، دینی معلومات شائع کردہ خدام الاحمدیہ نیز روزنامہ الفضل اور جماعتی رسالہ جات کا مطالعہ کرتے رہیں اور خدام الاحمدیہ کی مرکزی تربیتی کلاس ربوہ میں شامل ہوں۔ (وکیل الدیوان تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ)

''اے خدا! اے خدا!''

اے خدا اے خدا! کچھ ہمیں بھی بتا، تیری دنیا ہے کیا، یہ تماشا ہے کیا؟ اے خدا اے خدا!
کوئی غمگین ہے، کوئی مسکین ہے، کوئی بے دین ہے، کوئی ہے باخدا، اے خدا اے خدا!
یہ تیرے دو جہاں، حاصلِ کن فکاں، عظمتوں کے نشاں، نور کا سلسلہ، اے خدا اے خدا!
چپ رہوں کس طرح، دکھ سہوں کس طرح، میں کہوں کس طرح، ظلمتوں کو ضیاء، اے خدا اے خدا!
رنج و غم کا اثر، چاک قلب و جگر، غم فزا ہے نظر، آہ ہے نارسا، اے خدا اے خدا!
ہے عجب یہ جہاں! کٹ گئی ہے زباں نہیں اِذن فغاں درد ہے لادوا اے خدا اے خدا!
کوئی آواز ہے، نہ کوئی ساز ہے، جانے کیا راز ہے گھٹ گئی ہے فضا اے خدا اے خدا!
گو زباں بند ہے عشق دو چند ہے زہر بھی قند ہے دیکھ میری وفا اے خدا اے خدا!
رحم مظلوم پر، جان معصوم پر ان کے مقسوم پر کوئی جلوہ دکھا اے خدا اے خدا!
اے میرے ساتھیو! آگے بڑھتے چلو کلمہ پڑھتے چلو نہ رُکے قافلہ، اے خدا اے خدا!
کب وہ کل آئے گا دل سنبھل جائے گا رخ بدل جائے گا تند طوفان کا اے خدا اے خدا!
اب خدا آئے گا، رحم فرمائے گا زخم بھر جائے گا یہ ہے میری دعا اے خدا اے خدا!
وقت کٹ جائے گا ابر چھٹ جائے گا روگ ہٹ جائے گا تو ہے مشکل کشا اے خدا اے خدا!
جور و بیداد ہے خوفِ صیاد ہے اب یہ فریاد ہے ظلم ہے ناروا اے خدا اے خدا!
شاداں شاداں سوئے منزل رواں یہ مرا کارواں رہزنوں نے لُٹا اے خدا اے خدا!
تیری حمد و ثنا، میرے دل کی غذا میرے دکھ کی دوا اے میرے کبریا اے خدا اے خدا!
غم بھری رات ہے عشق کی بات ہے نہ کوئی ساتھ ہے آج تیرے سوا اے خدا اے خدا!
میرے رب الوری تیرے در پر کھڑا کر رہا ہے دعا احسنؔ بے نوا اے خدا اے خدا!
تازہ گلشن رہے گل بدامن رہے اور روشن رہے دین کا یہ دیا اے خدا اے خدا!

سید احسن اسمٰعیل صدیقی (مرحوم)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کے شاگرد

حضرت مولوی عبدالستار خان ''بزرگ صاحب'' کے حالاتِ زندگی

(یہ مضمون جناب سید میر مسعود احمد مرحوم کی تحریر و تحقیق ہے جو الفضل انٹرنیشنل لندن میں ۴ تا ۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو شائع ہوا اس کی افادیت کے پیش نظر ماہنامہ میں اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ)

مولوی عبدالستار خان صاحب کے والد صاحب کا نام دیندار خان تھا۔ وہ موضع بل خیل خوست، صوبہ پکتیا افغانستان کے رہنے والے تھے۔ ان کا قبیلہ مینگل تھا جس کی ایک شاخ شریف زئی سے تعلق رکھتے تھے۔ بزرگ صاحب کا خیال تھا کہ شریف زئی دراصل سادات میں سے ہیں۔

آپ کے والد صاحب تو احمدی ہونے سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے۔ لیکن والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول احمدیت کا شرف عطا فرمایا۔ (اخبار الفضل ۲۰/ اکتوبر ۱۹۳۳ء مضمون صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب، اخبار الحکم ۱۰/ مئی ۱۹۰۳ء فہرست مبائعین افغانستان)

ابتدائی حالات: مولانا عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ دادا اچھے عالم تھے اور لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو اچھے عالم تھے وہ شیخان کہلاتے تھے۔ دوسرے وہ جو طالب علمی کی حالت میں تھے۔

مجھے شیخان کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ لوگ صاحب حیثیت معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا لباس بھی اچھا اور سفید ہے۔ اس لئے مجھے طلب علم کا شوق پیدا ہوا۔ اس پر میں نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر جانے پر کمر باندھی اور میرا ساتھ ان لوگوں سے ہو گیا جن کا تعلق قادری سلسلہ سے تھا۔

بالآخر میں ایک ایسے مولوی کا شاگرد بن گیا جو حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف کو جانتا تھا۔ میرے اس استاد نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایسی تعریف کی کہ میں ان سے ملنے کی خاطر چل پڑا۔ میں ابھی انہیں نہیں مل سکا تھا کہ مستون مقام پر ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ یہ مقام خوست میں ہے۔ اس مولوی کے پاس ٹھہر گیا اور اس کی شاگردی اختیار کر لی۔ اس زمانہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب سیّدگاہ میں تھے اور ان کے پاس بکثرت لوگ تعلیم کے لئے آیا کرتے تھے اور قرآن شریف اور حدیث کا بیان ان کے ہاں ہوتا تھا۔ میں ایک دو جمعے اُن کا درس سننے کے لئے جاتا رہا۔ اُن کے کلام اور وعظ نے میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ میں مستون کو چھوڑ کر سیّدگاہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس رہنے لگا۔

کچھ دنوں کے بعد میرے استاد کا پیغام آیا کہ تم میری اجازت کے بغیر چلے گئے۔ میں تم سے بہت ناراض ہوں۔

تمہیں ہرگز معاف نہیں کرونگا۔ اُس وقت میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ یہ میرا استاد ہے کہیں مجھے بددعا نہ دے۔ ایک طرف تو صاحبزادہ صاحب سے جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا، دوسری طرف اُس استاد کا خوف تھا۔ آخر میں نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے بات کی اور سارا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص کسی مولوی کی شاگردی اختیار کرلے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ استاد کا غلام بن گیا ہے۔ یہ آپ کی مرضی ہے جہاں آپ کا دل چاہے تعلیم حاصل کریں۔''

یہ بات سن کر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں رہنے لگا۔ میں نے ان سے بہت سے حقائق و معارف سنے۔ ان کی باتیں میرے دل پر اثر کرتی تھیں۔

اُس زمانہ میں جو شیخان خوست میں رہتے تھے وہ پیر صاحب مانکی کے مرید تھے اور اُن کا عقیدہ تھا کہ ان کا پیر آسمان و زمین اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے اُس تمام مخلوق کا علم رکھتا ہے۔ چونکہ میں پہلے اسی عقیدہ پر تھا میں نے اس کا ذکر حضرت صاحبزادہ صاحب سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''یہ بالکل غلط ہے جو بھی پیر و مرشد اس دنیا میں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کے حکم کے پابند ہیں اور اس کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ قطبیت، غوثیت، ولایت بزرگی بس یہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔''

صاحبزادہ ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ آپ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت میں کچھ ایسے کھوئے گئے تھے کہ دنیاوی کاروبار کی طرف آپ نے کبھی توجہ نہ دی۔ روزی کمانے کی کبھی آپ نے مشقت نہ اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو ہر قسم کی تنگی و شدت سے بچائے رکھا۔ بظاہر آمدنی کی کوئی صورت نہ تھی۔ لوگ خود بخود آپ کی امداد کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کے مخلص دوستوں میں سے تھے۔ یہ دوستی کا تعلق اس وقت پیدا ہوا جب خوست کے بدعتی فرقے حضرت صاحبزادہ صاحب کے مخالف ہو گئے کیونکہ آپ ہمیشہ قرآن و حدیث کی اشاعت میں کوشاں رہتے تھے۔ اور اس کے مطابق عمل کی تلقین کرتے تھے۔ بدعتی فرقے آپ کے قتل کے درپے رہتے تھے۔

اس وقت بزرگ صاحب نے اپنا گھر بار چھوڑ کر اور سب تعلقات توڑ کر آپ کی صحبت میں رہنا اختیار کر لیا تھا۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب سفر پر جاتے تو مولوی عبدالستار خان صاحب ساتھ ہوتے تھے۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم نے کابل جا کر رہائش اختیار کی تو وہ وہاں بھی ساتھ تھے۔ شہر کابل میں افغانستان کے بڑے بڑے آدمیوں سے ان کی واقفیت پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ اعتماد الدولہ سردار عبدالقدوس خان شاہ غاصی، مستوفی الممالک مرزا محمد حسین اور مرزا عبدالاحد خان کمیدان آپ سے خوب واقف تھے۔

بزرگ صاحب کا قبولِ احمدیت: آپ اپنے احمدی ہونے کے متعلق یوں بیان کرتے تھے کہ جب ابھی

صاحبزادہ سید عبداللطیف تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نہیں پہنچا تھا ان دنوں آپ قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے تو بیان فرمایا کرتے تھے کہ مہدی کے آنے کا یہی زمانہ ہے کیونکہ اس کی تمام علامات پوری ہو چکی ہیں۔ تعجب ہے کہ مہدی کے ظہور کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

جب انگریزوں سے افغانستان کی سرحد کی نشاندہی ہو رہی تھی (یہ ۱۸۹۴ء کا ذکر ہے۔ مرتب) تو گورنر خوست شیریں دل خان سرحد کے تصفیہ کے لئے جایا کرتے تھے اور ان کے ہمراہ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی جاتے تھے۔ ان دنوں ایک موقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف آئینہ کمالات اسلام صاحبزادہ صاحب تک پہنچی۔ آپ نے اس کتاب کو پڑھ کر حضورؑ کے دعویٰ کی تصدیق کی اور اپنے واقف کار لوگوں کو اس بارہ میں سمجھانا شروع کر دیا۔ شیریں دل خان گورنر اور ان کے عملہ کو بھی پیغام پہنچایا۔

بزرگ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ سردار شیریں دل خان اچھے آدمی تھے اور انہوں نے انکار نہیں کیا تھا بلکہ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی تصدیق کی تھی۔

اس کے علاوہ صاحبزادہ صاحب مرحوم نے سیّدگاہ میں اپنے چند مخلص دوستوں کو جمع کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی اطلاع دی اور سب نے اسے مان لیا۔ مولوی عبدالستار خان نے اُس وقت کچھ سوالات کئے تھے جن کے حضرت صاحبزادہ صاحب نے تسلی بخش جواب دیئے تھے۔

مولوی عبدالستار خان صاحب کے چھوٹے بھائی مُلّا میرو صاحب کبھی کبھی طنز کیا کرتے تھے لیکن بزرگ صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے کچھ باتیں پوچھی تھیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب قادیان آنے سے قبل اپنے بعض شاگردوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوایا کرتے تھے اور ان شاگردوں میں مولوی عبدالستار خان صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب شامل تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی اور اپنے بعض شاگردوں کی بیعت کے خطوط بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھ دیئے تھے۔ مولوی عبدالستار خان صاحب بتایا کرتے تھے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ خواہش تھی کہ وہ افغانستان سے ہجرت کر کے مع اہل و عیال قادیان آ جائیں لیکن کچھ اور ہی مقدر تھا۔

جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے جان قربان کی تو بزرگ صاحب ۱۹۰۴ء میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔

(اخبار الفضل ۲۰؍اکتوبر، ۱۷؍نومبر ۱۹۳۳ء مضمون صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب)

قادیان میں قیام کے حالات: صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب قدسی نے بزرگ صاحب کو اپنے افغانستان سے قادیان آنے کے بعد ۱۹۲۶ء میں پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ قدسی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کا قد درمیانہ اور بدن چھریرا

تھا۔ پیشانی روشن تھی۔ چہرہ نورانی تھا، داڑھی سفید تھی۔

آپ کی طبیعت میں شگفتگی اور نرمی اور تواضع اور خاکساری تھی۔ مسکراتے رہتے تھے مگر کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے تھے۔ مخلوق خدا کی ہمدردی اور دوسروں کی تکالیف کا بے حد احساس تھا.......... آپ کو گوشہ نشینی اور گمنامی پسند تھی لیکن اکثر لوگ آپ کی دعا کی قبولیت کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ جماعت احمدیہ میں آپ کی شہرت اور آپ سے واقفیت بہت تھی۔

آپ کی مادری زبان پشتو تھی۔ فارسی اور عربی میں بھی گفتگو کر سکتے تھے۔ اردو زبان بھی خوب پڑھتے اور سمجھتے تھے۔ مگر بولنے کی زیادہ مشق نہ تھی۔

آپ نے اپنے حجرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا درس جاری کیا ہوا تھا۔ قرآن و حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے اور قرآن مجید کے بعض نہایت لطیف معنے بیان کرتے تھے۔ تصوف کی اکثر کتابوں پر عبور تھا اور صوفیوں کے حالات سے خوب واقف تھے۔ آپ کا تصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رنگ میں رنگین تھا۔ حضور اقدس کی روایات بھی بیان کرتے تھے۔ آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ ایک ایک روایت میں نے کئی کئی دفعہ آپ سے سنی۔ جہاں تک مجھے علم ہے آپ کی ہر روایت کے الفاظ ہر دفعہ ایک ہی تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کو آپ سے خاص تعلق تھا۔

آخری بیماری اور وفات: جب آپ بہت ضعیف ہو گئے تو اپنے حجرہ سے کم باہر آتے تھے۔ نماز کے لئے مسجد میں یا کبھی کبھی بہشتی مقبرہ جانے کے سوا کہیں نہ جاتے تھے۔ آپ سال بھر بیمار رہے۔ سخت بیماری کی حالت میں بھی نماز کے پابند رہے۔ نوافل بھی کثرت سے پڑھتے تھے۔ مرض کے آخری دنوں میں درود شریف اور یہ دعا بار بار زور سے نماز میں پڑھتے تھے "اَللّٰهُمَّ دَمِّرِ الظَّالِمِيْنَ تَدْمِيْرًا- اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ-"

جب آپ کی حالت نازک ہو گئی تو ایک شخص نے آپ سے کہا: "آپ سے جدا ہونے سے ہمیں بڑی تکلیف ہو گی۔" آپ نے فرمایا: "خدا کرے قیامت میں جدا نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم سے جدا نہ کرے۔"

آخر مورخہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۳۲ء وفات پا کر مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے۔

(الفضل ۱۷/نومبر ۱۹۳۲ء)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولوی عبدالستار صاحب المعروف بہ بزرگ صاحب جو ایک عرصہ سے مہمان خانہ قادیان کی خاص رونق اور برکت تھے اس جہان فانی سے رحلت فرما کر ہمیشہ کے واسطے مقبرہ بہشتی میں جاگزیں ہو گئے۔ آپ کی وفات ہمارے لئے ایک قومی صدمہ ہے۔ کیونکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم، عالم باعمل، صاحب کشوف و

الہامات تھے۔ آپ کی دعائیں اکثر احباب کے واسطے موجب شفی اور برکات ہوتی تھیں۔ آپ کا درس کئی طالبعلموں کے واسطے حصول علم کا موجب تھا۔ عاجز اکثر آپ کی صحبت میں تسکین اور روحانی راحت حاصل کرنے کے لئے جا بیٹھتا تھا۔ افغانی احمدیوں کا آپ کے گرد ہمیشہ ایک مجمع رہتا تھا۔ اور آپ ان کی تعلیم و تربیت و ترقی کی طرف خاص توجہ کرتے تھے۔ مرحوم حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے خاص شاگردوں اور دوستوں میں سے تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم نے مولوی عبدالستار صاحب کو قادیان بھجوایا تھا تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملیں اور آپ کے حالات معلوم کر کے واپس آئیں۔ مولوی عبدالستار صاحب قادیان آئے، کچھ مدت یہاں رہے...... واپس گئے اور تمام حالات سے انہیں آگاہ کر کے قادیان آنے کا مشتاق بنادیا۔

میں اس وقت ریاست جموں کے ہائی سکول میں ملازم تھا مگر قادیان اکثر آتا رہتا تھا۔ اس واسطے ابتداء سے ہی مجھے مرحوم کے ساتھ واقفیت اور محبت کا تعلق تھا۔

مرحوم ابتدائی زمانہ میں اپنے استاد حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم کے حکم سے کئی بار قادیان آئے .... حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم ۱۹۰۲ میں خود ایک قافلہ شاگردان کے ساتھ قادیان آئے تو اس وقت مولوی عبدالستار بھی آپ کے ہمراہ تھے اور ان کے ساتھ ہی خوست واپس گئے تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد ۱۹۰۴ء میں مولوی عبدالستار صاحب ایسے قادیان آئے کہ گزشتہ ۲۸ سال یہاں مقیم رہے......... آپ کی عمر وفات کے وقت قریباً نوے (۹۰) سال تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں بلند مقامات عطا فرمائے اور اپنے قرب میں خاص جگہ دے۔ (الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

مرحوم قادیان میں سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں تشریف لائے۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ اپنے علاقہ خوست سے آتے رہے۔ آپ نہایت منکسر المزاج، پاک طبیعت اور اعمال صالحہ بجالانے والے انسان تھے۔ صاحب مکاشفات تھے۔ آپ عمر بھر مہمان خانہ کے ایک چھوٹے سے حجرہ میں نہایت صبر و شکر کے ساتھ فقیرانہ رنگ میں اقامت گزیں رہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... کے ارشادات:

حضور ایک خطبہ جمعہ میں حضرت مولوی صاحب کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایمان کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ اگر مومن بندے کو آگ میں بھی ڈال دو تب بھی وہ ایمان ترک کرنا گوارا نہ کرے۔ جب ادنیٰ سے ادنیٰ بشاشت ایمان دل میں پیدا ہو جانے پر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے اور اس قدر اُس کے اندر عزم اور استقلال راسخ ہو جاتا ہے تو اعلیٰ ایمان پر جو کچھ انسانی قلب کی کیفیت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اس قسم کے لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتے ہیں اور جن کی وجہ سے مجھے اس خطبہ کی تحریک ہوئی ....

مجھے بچپن سے جب وہ قادیان آئے ان سے انس رہا ہے- اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی خاص موقعوں پر انہیں دعا کے لئے کہہ دیتے تھے- جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض دفعہ دوسروں کو دعا کے لئے کہہ دیتے اور جیسا کہ ہر مومن دوسرے مومن کو اپنے لئے دعا کی تحریک کرتا ہے- چونکہ اللہ تعالیٰ کے مامورین میں کبر نہیں ہوتا اور وہ خدا کی استغناء ذاتی سے واقف ہوتے ہیں اس لئے دعا کے موقع پر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم مامور ہیں اور دوسرا غیر مامور- بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سارے ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور نہ معلوم اس وقت اللہ تعالیٰ کس کے منہ کی دعا قبول کرے-

مولوی عبدالستار صاحب کے متعلق میرا ایک تجربہ ہے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ صحیح الہام پاتے تھے- جب مَیں نے دیکھا کہ جماعت میں تبلیغ کا پہلو نہایت کمزور ہو رہا ہے تو اس وقت مَیں نے تجویز کی کہ ہم ایک ایسی جماعت بنائیں جس کا فرض ہو کہ وہ دنیا میں (دعوت الی اللہ) کرے-

مولوی عبدالستار خان صاحب افغان کو بھی میں نے لکھا کہ میرے دل میں ایک مقصد ہے آپ اس کے لئے دعا کریں اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ معلوم ہو تو اس سے مجھے مطلع کریں- دو تین روز کے بعد انہوں نے مجھے جواب دیا- اگرچہ میں نے انہیں نہیں بتایا تھا کہ میرے دل میں کیا مقصد ہے یہ میرا ذاتی کام ہے یا دینی اور اگر دینی کام ہے تو کیا ہے- لیکن جواب میں اوّل انہوں نے مختلف الہامات لکھے جو سارے کے سارے تبلیغ کے متعلق تھے اور پھر ایک رؤیا لکھی کہ ایک میدان ہے تمام لوگ کھڑے ہیں- مفتی محمد صادق صاحب بھی وہیں ہیں- پھر لکھا آپ نے یہ کہنے کے بعد کسی پہاڑی سرد علاقہ میں (دعوت الی اللہ) کے لئے بھیج دیا- گویا جو (دعوت الی اللہ) کا نقشہ میرے ذہن میں تھا وہ خدا تعالیٰ نے سارے کا سارا بتا دیا- پھر جزئیات بھی بتا دیں جواب تک پوری ہو رہی ہیں-

چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب کو عرصہ تک باہر (دعوت الی اللہ) کے لئے مَیں نے بھیج دیا اور اب بھی پہاڑوں پر انہیں مختلف کاموں کے لئے بھیجنا پڑتا ہے-

ان کی وفات سے دو اڑھائی مہینے پہلے کی بات ہے مَیں نے ڈلہوزی میں ایک رویا دیکھا کہ کوئی شخص نہایت گھبرائے ہوئے الفاظ میں کہتا ہے: 'دوڑو! دوڑو! قادیان میں ایک ایسا شخص فوت ہوا ہے جس کے فوت ہونے سے آسمان وزمین ہل گئے ہیں-' جب میری نظر اٹھی تو واقعی آسمان ہل رہا تھا اور مکان بھی ہل رہے تھے گویا ایک زلزلہ آیا ہے- میرے قلب پر اس کا بڑا اثر ہوا تو مَیں گھبرا کر پوچھتا ہوں کون فوت ہوا ہے؟ اس کے چند ہی دنوں بعد مولوی عبدالستار صاحب بیمار ہو گئے اور مجھے ان کی بیماری کی اطلاع پہنچی- اس عرصہ میں ان کی صحت کے لئے دعا کرتا تھا مگر دل میں خدشہ تھا کہ اس خواب سے مراد انہی کی وفات نہ ہو- اور اب جب کہ وہ فوت ہو چکے ہیں- مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ رؤیا انہی کے متعلق تھی جو پوری ہو گئی-

جب کوئی ایسا شخص فوت ہوتا ہے جو مقبول بارگاہ الٰہی ہو تو ان کی وفات کا زمین وآسمان پر اثر ضرور ہوتا ہے-

حدیثوں میں اس قسم کا مضمون آتا ہے کہ جب مومن بندے کی جان نکالنے کا وقت آتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو بہت تردّد ہوتا ہے جو یقیناً زمین و آسمان کو ہلا دینے والا ہوتا ہے۔

میں نے ذکر کیا تھا کہ بعضوں کے لئے الہام ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں بھی کئی لوگ، ایسے ہیں جو الہام کو اپنی شہرت کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں اور اس طرح انہیں ٹھوکر لگ جاتی ہے۔ مگر مولوی عبدالستار صاحب کو کثرت سے الہامات ہوتے تھے۔ باوجود اس کے انہوں نے کبھی الہامات کو اپنی بڑائی کا ذریعہ نہیں بنایا۔

خلافت کی اطاعت اور سلسلہ کے نظام کا احترام ان کے اندر پورے طور پر پایا جاتا تھا اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو سلسلہ کا جزو سمجھتے تھے۔ مَیں نے انہیں دیکھا کہ اگرچہ عبادات کی کثرت اور صحت کی کمزوری کی وجہ سے منحنی اور کمزور رہتے تھے مگر جب کبھی کوئی ایسا واقعہ ہو جس میں غیروں سے مقابلہ کی ضرورت پیش آئے وہ باوجود کمزوری کے جوانوں کی طرح وہاں پہنچ جاتے۔ ابھی پچھلے دنوں میری موجودگی میں سکھوں سے جب فساد ہوا تو ایک نوجوان پٹھان نے بتلایا کہ مَیں کمرے میں کوئی چیز تلاش کر رہا تھا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کیا کام ہے۔ مَیں نے کہا کہ سکھوں سے احمدیوں کی لڑائی ہو گئی ہے۔ آپ اس وقت بیمار اور کمزور تھے۔ یہ سنتے ہی گھبرا کر چارپائی پر ہلنے لگے اور کہنے لگے پھر تم یہاں کیا دیکھ رہے ہو جلدی کیوں نہیں جاتے ....

وہ اپنے آپ کو نظام سے بالا نہیں سمجھتے تھے .... مَیں نے ان میں ہمیشہ یہ خوبی دیکھی کہ وہ اطاعت اور سلسلہ کے نظام کا احترام پوری طرح رکھتے تھے۔ پٹھانوں کے لئے ان کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ تھا۔ وہی انہیں پڑھایا کرتے اور وہی لڑائی جھگڑے کے موقع پر انہیں نصیحت کرتے اور سمجھاتے۔ غرض بغیر اس کے کہ افغانستان سے آنے والے احمدیوں کی خبر گیری کے لئے ہمیں کچھ کرنا پڑتا وہ خود ہی ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کر دیتے ....

خدا نے ان کو توکل کا مقام عطا فرمایا تھا۔ وہ نہایت سیر چشم واقع ہوئے تھے۔ کبھی اتنے عرصہ میں کہ وہ قادیان میں رہے مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی ایک دفعہ بھی اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مجھے کسی قسم کی تحریک کی ہو۔ اور مَیں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے ایسے سامان فرما دیا کرتا تھا کہ خود بخود ان کی ضروریات پوری ہو جائیں کیونکہ وہ شخص جو خدا پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے لوگوں کے دلوں میں خود الہام کرتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریں۔ غرض اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعہ ان کی امداد بھی کرا دیتا تھا۔

مَیں نے الہام کے بارہ میں جس قدر اپنی جماعت کے اشخاص دیکھے ہیں ان میں سے زیادہ ثابت قدم مَیں نے انہیں دیکھا ہے۔ الہام ہماری جماعت میں سے اور بھی لوگوں کو ہوتے ہیں مگر بعض ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جو ایک وقت میں آ کر ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور پھر تو کئی ایسے بھی ہیں جو مجھے دھمکیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ مَیں نے کبھی اپنے الہامات یا کشوف بیان نہیں کئے اس لئے مجھے الہامات ہوتے ہی نہیں اور اس طرح وہ اپنے کشوف اور الہامات سنا سنا کر مجھے ڈرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن شریف کا جو علم دیا ہے اس کے ماتحت انسانوں

کی دھمکیاں مجھ پر اثر ہی نہیں کرتیں - چاہے دھمکی دینے والا ملہم کے لباس میں آئے، چاہے مامور کے لباس میں، چاہے بادشاہ کے لباس میں اور چاہے فقیر کے لباس میں -

مَیں نہیں جانتا ہوں کہ کلام اور کلام کے پانے والوں کے کیا درجے اور مراتب ہوتے ہیں اور مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان درجوں کو خوب سمجھتا ہوں - اس لئے مجھ پر ہمیشہ وہی چیز اثر کرتی ہے اور اُتنا ہی اثر کرتی ہے جو اثر والی ہو اور جتنی اُس میں تاثیر پائی جاتی ہو - اس سے زیادہ اوپر اور نیچے مجھ پر کوئی چیز اثر نہیں ڈال سکتی -

مولوی عبدالستار صاحب افغان کو مَیں نے دیکھا ہے کہ انہیں کثرت سے الہامات ہوتے تھے - مگر باوجود اس کے وہ خلافت کا انتہائی ادب کرتے اور سوائے ایک دفعہ کے میرے اور ان کے درمیان کبھی غلط فہمی پیدا ہونے کا موقع نہیں آیا - وہ بھی اس طرح کہ ایک شخص نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی صاحب ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہیں - مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب ایسا تو نہیں کہتے ہوں گے، تمہیں غلطی لگی ہوگی - چنانچہ اس کے فوراً بعد مولوی صاحب کو پتہ لگا تو انہوں نے میرے پاس تردید کی اور کہا کہ مَیں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ....

مَیں تاریخ میں جماعت کے ایک نیک اور اچھے شخص کے نمونے کو قائم کرنے کے لئے یہ خطبہ کہہ رہا ہوں - حضرت خلیفۃ المسیح اوّل .... کو بھی آپ کا اتنا خیال تھا کہ جن چند لوگوں کو آپ نے امام الصلوٰۃ کے طور پر مقرر کیا ہوا تھا اُن میں سے ایک آپ بھی تھے -

غرض جہاں مَیں چاہتا ہوں کہ تاریخ میں ان مخلص اور خدا رسیدہ لوگوں کے نام رہ جائیں وہاں مَیں نوجوان احمدیوں اور نئے احمدی بننے والوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس قسم کا اخلاص اور ایمان پیدا کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین معرفت اور توکل ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست ہمکلام ہو اور وہ اس مقام پر کھڑے ہوں کہ ان کی وفات آسمان اور زمین کو ہلا دینے کا موجب ہو .... یاد رکھو کہ یقین کے مقام پر وہ شخص ہوتا ہے جو کامل تعشق، کامل عبودیت اور کامل توکل پیدا کرتا ہے اور .... اللہ کی محبت اور عشق میں گداز ہو جاتا ہے -''

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... فرمودہ ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۲ء مطبوعہ روزنامہ الفضل ۳/نومبر ۱۹۳۲ء) (جاری)

یہ طلسمِ آب و گِل ہے کُل جہاں گردش میں ہے
یہ زمیں گردش میں ہے یہ آسماں گردش میں ہے
اِک زمانے میں مجھے سُود و زیاں کا ہوش تھا
اَب بفیضِ عِشق خود سُود و زیاں گردش میں ہے
کون سا وہ چاند ہے جس کی ہے ہر اِک کو تلاش
مہر و انجم ہی نہیں سب کہکشاں گردش میں ہے

پروفیسر نصیر احمد (مرحوم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے رفقاء سے

محبت وشفقت

مرتبہ: مکرم ریاض محمود صاحب باجوہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک پہلو اپنے خدام سے شفقت کا ہے۔ جس کے چند ایمان افروز واقعات ہدیہ قارئین ہیں:۔

ہمارا باغ: حضرت مفتی محمد صادق صاحب...... بیان کرتے ہیں:

''۱۸۹۶،۹۷ء میں ایک عرب صاحب عبداللہ نام قادیان تشریف لائے اور کچھ عرصہ یہاں رہنے کے سبب انہیں ایک خاص انس اور ایمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے قادیان ہی میں رہنے لگے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب...... سے علم طب حاصل کیا۔ اور بہت عرصہ یہاں رہنے کے بعد وہ اپنے وطن کو واپس چلے گئے اور بغداد میں جا کر ایک مطب کھولا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد افواہاً معلوم ہوا۔ کہ عبداللہ کو وہاں کی ترکی گورنمنٹ نے کسی معاملہ میں گرفتار کیا ہے۔ اور اس نے اپنا بیان یہ لکھوایا ہے۔ کہ میں ترکی رعیت نہیں ہوں بلکہ ہندوستانی ہوں۔ پنجاب کے شہر قادیان میں میرا گھر ہے۔ وہاں میرا باپ نورالدین...... اور میرا بھائی محمد صادق رہتے ہیں۔ اور وہاں میرا ایک باغ بھی ہے۔ میں نے (بیت) مبارک میں ہنستے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ عبداللہ نے بڑی غلطی کی جو ایسا بیان دیا۔ اور یہ سارا واقعہ سنایا۔ اس بات کو سن کر میں نے دیکھا کہ حضورؑ کا چہرہ غمناک سا ہوا اور آپ نے فرمایا۔ مفتی صاحب معلوم نہیں وہ بیچارہ کس مصیبت میں ہے۔ اور وہاں کی حکومت اور پولیس وغیرہ اس کو کس تکلیف میں گرفتار کر رہی ہے۔ آپ کے ساتھ اس کی محبت ایسی ہی تھی جیسی بھائیوں سے ہوتی ہے۔ اور مولوی صاحب...... بھی اس کی ایسی ہی پرورش کرتے تھے۔ جیسے بیٹوں کی کی جاتی ہے۔ اور ہمارا باغ تو مریدوں ہی کا ہے۔''

(ذکرِ حبیب صفحہ ۴۶، ۴۷)

صادقوں کے صدق کا نشان: حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک رفیق حضرت میاں جان محمد صاحب قادیانی سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی لکھتے ہیں:۔

''حضرت اقدس علیہ السلام کیسے ہی عدیم الفرصت ہوتے مگر جب یہ مرحوم آتے تو آپ سب کام چھوڑ کر مرحوم سے ملتے۔ الغرض جب مرحوم کا جنازہ قبرستان میں گیا تو حضرت اقدسؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خود امام ہوئے نماز میں اتنی دیر لگی کہ ہمارے مقتدیوں کے کھڑے کھڑے پیر دکھنے لگے اور ہاتھ باندھے باندھے درد کرنے لگے اوروں کی تو میں کہتا

نہیں کہ ان پر کیا گزری لیکن میں اپنی کہتا ہوں کہ میرا حال کھڑے کھڑے بگڑ گیا اور یوں بگڑا کہ کبھی ایسا موقع مجھے پیش نہیں آیا کیونکہ ہم نے تو دو منٹ میں نماز جنازہ ختم ہوتے دیکھی ہے پھر مجھے ہوش آیا تو سمجھا کہ نماز تو یہی نماز ہے پھر تو میں مستقل ہوگیا اور ایک لذت اور سرور پیدا ہونے لگا اور یہ جی چاہتا تھا کہ ابھی اور نماز لمبی کریں درحقیقت یہ صادقوں کے صدق کے نشان ہوتے ہیں اور یہ بھی کرامت کا نشان ہوتا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کونوا مع الصادقین معیت صادقین اگر کوئی شے نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ امر کے صیغہ سے نہ فرماتا صادق میں صدق و راستی کی طرف جذب و کشش کا ایک روحانی اثر ہوتا ہے جس کے اثر سے انسان یوں کھینچ جاتا ہے کہ جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھینچ جاتا ہے غرض کہ نماز میں اس قدر دیر لگی ہو گی کہ ایک آدمی ایک میل تک چلا جائے اور اگر اس کو مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں بلاخوف کہہ سکتا ہوں کہ جانے والا بے شک واپس آ جائے جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو حضرت اقدس علیہ السلام مکان کو تشریف لے چلے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضور! اتنی دیر نماز میں لگی کہ تھک گئے۔ حضور کا کیا حال ہوا ہوگا۔ یعنی آپ بھی تھک گئے ہوں گے۔

حضرت اقدسؑ: ہمیں تھکنے سے کیا تعلق ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے اس سے اس مرحوم کے لئے مغفرت مانگتے تھے مانگنے والا بھی کبھی تھکا کرتا ہے جو مانگنے سے تھک جاتا ہے وہ رہ جاتا ہے ہم مانگنے والے اور وہ دینے والا پھر تھکنا کیسا جس سے ذراسی بھی امید ہوتی ہے وہاں سائل ڈٹ جاتا ہے۔'' (تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۷۶-۷۷)

حضرت اقدسؑ کی بے تکلف مہمان نوازی: حضرت مفتی محمد صادق ...... بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کے ساتھ بہت بے تکلف رہتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں خدام بھی حضورؑ کے ساتھ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بات کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے آیا۔ اور وہ سردیوں کے دن تھے۔ اور میرے پاس اوڑھنے کے لئے رضائی وغیرہ نہیں تھی۔ میں نے حضرتؑ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضورؑ رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے۔ حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحبؑ نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دُھسا ارسال فرمائے۔ اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دُھسا میرا۔ آپ ان میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں۔ میں نے رضائی رکھ لی اور دُھسا واپس بھیج دیا۔

نیز مفتی صاحب نے بیان کیا کہ جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا۔ تو حضور اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا۔ تو حضرت صاحبؑ نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگوایا۔ جو خادم کھانا لایا، وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے۔ کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا۔ جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں اور پھر اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا۔'' (ذکرِ حبیب صفحہ ۳۲۰-۳۲۱)

بیماری جاتی رہی: حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں:-

''حافظ حامد علی صاحب جو تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے حافظ صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ وہ بیمار رہتے تھے اور ایک مرتبہ امرتسر میں علاج کے لئے گیا اسی راستہ میں حضرت اقدس سے ملاقات ہوئی - اور واپسی پر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم قادیان آ جاؤ تمہارا علاج بھی ہو جائے گا - حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا - اور تھوڑے ہی دنوں میں میری بیماری جاتی رہی - میں حیران تھا کہ اس قدر جلد مجھے فائدہ ہوا - پھر مجھے قادیان سے جانے میں تکلیف محسوس ہونے لگی اور میں نے حضرت ہی کی خدمت میں رہنا پسند کیا یہ ۸۰-۱۸۸۱ء کا واقعہ ہے - حافظ صاحب کے حالات زندگی تحریر کرنے کا یہ موقعہ نہیں حضرت اقدس حافظ صاحب سے بہت محبت رکھتے حافظ صاحب بھی حضور سے جاں نثار خادم تھے - یہ حافظ صاحب بہت کم سخن اور خاموش سیرت انسان تھے عبادات میں انہوں نے حضرت اقدس کے رنگ کو حاصل کیا تھا - انہیں ایام میں حافظ معین الدین صاحب بھی حضرت کی خدمت میں آ گئے تھے - حافظ معین الدین صاحب نابینا تھے - میں نے ان کے حالات زندگی الحکم میں لکھ دیئے ہیں - ان لوگوں کے علاوہ اور بھی بعض لوگ حضرت کی خدمت میں رہتے تھے جیسے میاں جان محمد صاحب - مرزا دین محمد صاحب - مرزا غلام اللہ صاحب - مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب وغیرہ - مگر ان سب میں حافظ حامد علی صاحب سب سے پیش پیش تھے -'' (حیات احمد جلد اول صفحہ ۴۳۲-۴۳۳)

آموں کی دعوت: حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں-

''گاہے حضورؑ اپنے باغ سے آم منگوا کر خدام کو کھلاتے - ایک دفعہ عاجز راقم لاہور سے چند یوم کی رخصت پر قادیان آیا ہوا تھا کہ حضورؑ نے عاجز راقم کی خاطر ایک ٹوکرا آموں کا منگوایا اور مجھے اپنے کمرہ (نشست گاہ) میں بلا کر فرمایا - کہ مفتی صاحب! یہ میں نے آپ کے واسطے منگوایا ہے - کھالیں - میں کتنے کھا سکتا تھا - چند ایک میں نے کھا لئے اس پر تعجب سے فرمایا کہ آپ نے بہت تھوڑے کھائے ہیں'' (ذکرِ حبیب صفحہ ۳۲۶)

مخدوم کی خدمت کا نمونہ: حضرت مفتی صاحب کا ہی بیان ہے کہ

''مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا - غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا - مجھے حضرت صاحبؑ نے بیت مبارک میں بٹھایا جو کہ اس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی - فرمایا کہ آپ بیٹھیے میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں - یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے - میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے - مگر چند منٹ کے بعد جب کہ کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں - مجھ کو دے کر فرمایا کہ آپ کھانا کھایئے میں پانی لاتا ہوں - بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے - کہ جب حضرت ہمارے مقتداء و پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیے -'' (ذکرِ حبیب صفحہ ۳۲۶-۳۲۷)

وقتِ رخصت محبت وشفقت . میر حامد شاہ صاحب اپنا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

''ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے حضور مرحوم ومغفور کی خدمت میں قادیان میں کچھ عرصہ قیام کے بعد رخصت حاصل کرنے کے واسطے عرض کیا حضور اندر تشریف رکھتے تھے اور چونکہ حضور کی رافت ورحمت بے پایاں نے خادموں کو اندر پیغام بھجوانے کا موقع دے رکھا تھا اس واسطے اس عاجز نے اجازت طلبی کے واسطے پیغام بھجوایا۔ حضور نے فرمایا کہ

وہ ٹھہریں ہم ابھی باہر آتے ہیں

یہ سن کر میں بیرونی میدان میں گول کمرہ کے ساتھ کی مشرقی گلی کے سامنے کھڑا ہو گیا اور باقی احباب بھی یہ سن کر کہ حضور باہر تشریف لاتے ہیں پروانوں کی طرح ادھر ادھر سے اس شمع انوار الٰہی پر جمع ہونے کے لئے آ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدنا مولانا نور الدین صاحب بھی تشریف لے آئے اور احباب کی جماعت اکٹھی ہو گئی۔ ہم سب کچھ دیر انتظار میں سرخم براہ رہے کہ حضور اندر سے برآمد ہوئے خلاف معمول کیا دیکھتا ہوں کہ حضور کے ہاتھ میں دودھ کا بھرا ہوا لوٹا ہے اور گلاس شاید حضرت میاں صاحب کے ہاتھ میں ہے اور مصری رومال میں ہے۔ حضور گول کمرہ کی مشرقی گلی سے برآمد ہوتے ہی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کہاں ہیں؟ میں سامنے حاضر تھا فی الفور آگے بڑھا اور عرض کیا حضور حاضر ہوں۔ حضور کھڑے ہو گئے اور مجھ کو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں اسی وقت زمین پر بیٹھ گیا۔ گلاس میں دودھ ڈالا گیا۔ اور مصری ملائی گئی۔ مجھے اس وقت یہ یاد نہیں رہا کہ حضرت محمود نے میرے ہاتھ میں گلاس دودھ بھرا دیا یا خود حضور نے (میں اس واقعہ کو دیکھنے والا ہوں خود حضرت نے گلاس اپنے ہاتھ سے دیا اور میری آنکھ اب تک اس موثر نظارے کو دیکھتی ہے گویا وہ بڑا گلاس حضرت کے ہاتھ سے میر صاحب کو دیا جا رہا ہے (ایڈیٹر) مگر یہ ضرور ہے کہ حضرت محمود اس کرم فرمائی میں شریک تھے۔ (صورت یہ تھی کہ حضرت نے مصری گھول کر لوٹے میں ڈالی اور اس کو ہلایا اور گلاس میں دودھ ڈال کر اچھی طرح سے ہلایا۔ پھر حضرت گلاس میں ڈالتے اور گلاس حضرت محمود کے ہاتھ میں ہوتا۔ پھر حضرت گلاس لے کر میر صاحب کو دیتے۔ بعض دوستوں نے خود یہ کام کرنا چاہا مگر حضرت نے فرمایا نہیں نہیں کچھ حرج نہیں (ایڈیٹر) میں نے جب وہ گلاس پی لیا تو پھر دوسرا گلاس پر کر کے عنایت فرمایا گیا میں نے وہ بھی پی لیا۔ گلاس بڑا تھا میرا پیٹ بھر گیا۔ پھر اسی طرح تیسرا گلاس بھرا گیا میں نے بہت شرمگین ہو کر عرض کیا کہ حضور اب تو پیٹ بھر گیا ہے فرمایا ایک اور پی لو۔ میں نے وہ تیسرا گلاس بھی پی لیا۔ پھر حضور نے اپنی جیب خاص سے چھوٹی چھوٹی بسکٹیں نکالیں اور فرمایا کہ جیب میں ڈال لو راستہ میں اگر بھوک لگی تو یہ کھانا۔ میں نے وہ جیب میں ڈال لیں حضرت محمود لوٹا اور گلاس لے کر اندر تشریف لے گئے اور حضور نے فرمایا کہ آپ کو چھوڑ آئیں میں نے عرض کیا کہ حضور اب میں سوار ہو جاتا ہوں اور چلا جاؤں گا حضور تکلیف نہ فرمائیں مگر اللہ رے کرم ورحم کہ حضور مجھ کو ساتھ لے کر روانہ ہو پڑے۔

باقی احباب جو موجود تھے ساتھ ہو لئے اور یہ پاک مجمع اسی طرح اپنے آقا مسیح موعود کی محبت میں اس عاجز کے

ہمراہ روانہ ہوا۔ حضور حسب عادت مختلف تقاریر فرماتے ہوئے آگے آگے چلتے رہے یہاں تک کہ بہت دور نکل گئے۔ تقریر فرماتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدنا ومولانا مولوی نورالدین...... نے قریب آکر مجھے کان میں فرمایا کہ

آگے ہو کر عرض کرو اور رخصت لو جب تک تم اجازت نہ مانگو گے حضور آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔

میں حسب الارشاد والا آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضور اب سوار ہوتا ہوں حضور تشریف لے جائیں۔

اللہ! اللہ! کس لطف سے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ

اچھا ہمارے سامنے سوار ہو جاؤ

میں یکہ میں بیٹھ گیا اور سلام عرض کیا تو پھر حضور واپس آئے'' (سیرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحب صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۹)

جتنا چاہو لے لو: حافظ نور احمد صاحب سوداگر پشمینہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے اور مخلص خدام میں سے ہیں۔ ان کے اپنے تجارتی کاروبار میں ایک بار سخت خسارہ ہو گیا۔ اور کاروبار قریباً بند ہی ہو گیا۔ انہوں نے چاہا کہ وہ کسی دوسری جگہ چلے جاویں اور کوئی اور کاروبار کریں۔ تا کہ اپنی مالی حالت کی اصلاح کے قابل ہو سکیں۔ وہ اس وقت کے گئے ہوئے گویا اب واپس آسکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں برابر خط وکتابت رکھتے تھے اور سلسلہ کی مالی خدمت اپنی طاقت اور توفیق سے بڑھ کر کرتے رہے اور آجکل قادیان میں ہی مقیم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی داد و دہش اور جود وسخا کے متعلق میں تو ایک ہی بات کہتا ہوں کہ آپ تھوڑا دینا جانتے ہی نہ تھے۔ اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ کہ میں نے جب اس سفر کا ارادہ کیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کچھ روپیہ مانگا۔ حضور ایک صندوقچی جس میں روپیہ رکھا کرتے تھے۔ اٹھا کر لے آئے۔ اور میرے سامنے صندوقچی ہی رکھ دی کہ

''جتنا چاہو لے لو''

اور حضور کو اس سے بہت خوشی تھی۔ میں نے اپنی ضرورت کے موافق لے لیا۔ گو حضور یہی فرماتے رہے۔ کہ سارا ہی لے لو۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ دوستوں کے ساتھ تو آپ کا معاملہ ہی الگ تھا۔ وہ اپنے مال کو دوستوں ہی کا مال عملاً سمجھتے تھے۔ اور اس معاملہ میں آپ کو اس سے تکلیف ہوتی اگر کوئی خادم مغائیرت کرے۔'' (ایضاً صفحہ ۳۱۶۔۳۱۷)

دین کی خدمت کام ہے اپنا، انصاراللہ نام	تسبیح و تحمید کا ہر دم ورد ہے صبح و شام
چاہیئے ہم کو نیک نمونہ، چھوٹوں کو دکھلائیں	اگلی نسلوں کی تربیت، ہے انصار کا کام
انصاراللہ کا مطلب ہے، دینِ حق کے ناصر	یہ مقصد نہ حاصل ہو تو، بے معنی ہے نام

آفتاب احمد بسمل۔ کراچی

چاند چہرہ

دل بدن ذوق فزوں شوق فزوں ہے ساقی!
یہ ترے پیار و محبت کا فسوں ہے ساقی!
چاند چہرے سے ترے بزمِ جہاں ہے روشن
رونق بزم کہاں میرے بدوں ہے ساقی!
پرچمِ حق تری دستار کا طُرّہ آقا!
جھنڈا باطل کا ترے آگے نگوں ہے ساقی!
جلوہ افروز تو ہر روز ہے کُل عالم پر
دوسرا کون طلوع، دہر میں یوں ہے ساقی؟
غیر اپناتے ہوئے ہم کو کھنچے آتے ہیں
تیرے خدّام کا یہ جذب دروں ہے ساقی!
یہ شفق رنگ سحر نور کے دھارے سارے
تیرے عشاق قتیلوں کا ہی خوں ہے ساقی!
سنگ باری میں ہر اِک شہر بنا ہے طائف
کملی والےؐ کی عطا اپنا جنوں ہے ساقی!
کعبۂ دِل کو گرائے کوئی ابرہ کیسے
ہر ستوں اِس کا توکّل کا ستوں ہے ساقی!
نامراد آپ ہے اور ہم پہ حسد کرتا ہے
کس قدر اپنا عدو خوار و زبوں ہے ساقی!
جوش اور ہوش اکٹھے ہیں خدا کی قدرت!
دل میں طوفان بھی اور گہرا سکوں ہے ساقی!

ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر

ایثار و وفا کا ایک دلچسپ واقعہ

مرسلہ: مکرم پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسوۂ مبارکہ سے آقا و غلام، امیر اور غریب، عربی و عجمی کے عادات و خصائل میں ایک انقلاب برپا ہو گیا تھا۔ گویا اس نور نبوت سے بر و بحر روشن ہو گئے۔ اس معاشرہ میں ایک تغیر رونما ہوا۔ جس پر درج ذیل واقعہ روشنی ڈالتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (وفات ۸۰ھ) جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔ ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے باغیچوں کی جانب نکل گئے۔ ایک باغیچہ کے دروازہ پر ایک سیاہ فام غلام کھڑا تھا اور کچھ کھا رہا تھا۔ ایک کتا قریب تھا۔ وہ ایک لقمہ خود کھاتا اور ایک لقمہ کتے کے آگے ڈال دیتا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کچھ فاصلے پر سواری پر بیٹھے یہ منظر دیکھتے رہے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا۔ تو آپ اس کے قریب آ گئے اور پھر عربی میں کچھ اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔ (اس کا ترجمہ یوں ہے)

حضرت عبداللہؓ: اے غلام تیرا کن لوگوں سے تعلق ہے؟

غلام: میرا تعلق حضرت عثمانؓ بن عفانؓ کے وارثوں سے ہے۔

حضرت عبداللہؓ: میں نے تم سے ایک عجیب بات ملاحظہ کی ہے۔

غلام: میرے آقا! آپ نے کونسی عجیب بات دیکھی ہے۔

حضرت عبداللہؓ: رَأَیْتُکَ تَاکُلُ وَکُلَّمَا تَاکُلُ لُقْمَةً رَمَیْتَ لِلْکَلْبِ مِثْلَهَا۔ میں نے دیکھا کہ ہر بار ایک لقمہ تو خود کھاتا تھا اور ویسا ہی لقمہ کتے کے آگے ڈالتا تھا۔

غلام: یَامَوْلَایَ! هُوَرَفِیْقِیْ مُنْذُسِنِیْنَ وَلَابُدَّ اَنْ اَجْعَلَهٗ کَاُسْوَتِیْ فِی الطَّعَامِ۔ میرے آقا! وہ میرا سالہا سال کا ساتھی ہے۔ اس لئے میرا فرض ہے۔ کہ اُسے اپنے جیسا کھلاؤں۔

حضرت عبداللہؓ: فَدُوْنَ هٰذَا یَکْفِیْهِ۔ اس سے کمتر کھانا بھی تو اس کی کفایت کر سکتا ہے۔

غلام: یَاسَیِّدِیْ! اِنِّیْ لَاَ سْتَحیِ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ آکُلَ وَعَیْنٌ تَنظُرُ اِلَیَّ۔ میرے آقا! مجھے بخدا اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے۔ کہ میں تو کھاتا رہوں اور کوئی آنکھ میری طرف آس لگائے دیکھتی رہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اس غلام کو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ بن عفان کے ورثاء کے پاس پہنچے۔ اور ان سے گفتگو کی۔ جو اس طرح ہوئی۔

حضرت عبداللہؓ: میں ایک کام سے آیا ہوں۔

ورثاء: آپ کو کیا کام درپیش ہے۔

حضرت عبداللہؓ: فلاں باغیچہ میرے پاس بیچ دو۔

ورثاء: ہم نے وہ باغیچہ آپ کو عطا کیا۔

حضرت عبداللہؓ: لَسْتُ آخِذَہٗ اِلَّا بِثَمَنٍ۔ میں بغیر قیمت وہ نہیں لوں گا۔ (چنانچہ انہوں نے وہ باغیچہ آپ کو فروخت کر دیا)

حضرت عبداللہؓ: وَتَبِیْعُوْنِی الْغُلَامَ الْاَسْوَدَ۔ اور وہ سیاہ غلام بھی میرے پاس فروخت کر دو۔

ورثاء: اِنَّ الْاَسْوَدَ رَبَّیْنَاہُ وَھُوَ کَاَحَدِنَا۔ اس غلام کو ہم نے بچپن سے پالا ہے۔ اور اب تو وہ ہمارا ہی جزو بن چکا ہے۔ یعنی ہمارے خاندان کا ہی گویا ایک فرد ہے۔

آپ نے ان سے تقاضا جاری رکھا۔ حتی کہ انہوں نے آپ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ اگلے روز صبح اس غلام کے پاس باغ میں تشریف لے گئے اور پھر دونوں میں کچھ یوں سلسلہ کلام چلا۔

حضرت عبداللہؓ: اَمَاشَعُرْتَ اَنِّیْ قَدِ اشْتَرَیْتُکَ وَاشْتَرَیْتُ الْحَائِطَ مِنْ مَوَالِیْکَ۔ کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ میں نے تجھے بھی اور اس باغ کو بھی تیرے مالکوں سے خرید لیا ہے۔

غلام: بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْمَا اشْتَرَیْتَ وَلَقَدْ غَمَّنِیْ مُفَارَقَتِیْ لِمَوَالِیَّ اِنَّھُمْ رَبَّوْنِیْ۔ اللہ آپ کو یہ سودا مبارک کرے۔ مگر مجھے تو اس کا بہت افسوس ہے۔ کیونکہ میں اپنے مالکوں سے جدا ہو جاؤں گا۔ جنہوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے۔

حضرت عبداللہؓ: اَنْتَ حُرٌّ وَالْحَائِطُ لَکَ۔ تو آج سے آزاد ہے۔ اور یہ باغ بھی تیرا ہوا۔

غلام: اِنْ کُنْتَ صَادِقًا یَامَوْلَایَ۔ فَاشْھَدْ اَنِّیْ قَدْ اَوْقَفْتُہٗ عَلٰی وَرَثَۃِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ۔ میرے آقا اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ باغ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ورثاء کے لئے وقف کیا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت متعجب ہوئے۔ ان کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ مَارَأَیْتُ کَالْیَوْمِ۔ میں نے آج تک ایسا ایثار و وفا نہ دیکھا تھا۔ پھر غلام سے فرمایا۔ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ۔ اللہ تیرے وجود کو برکتوں سے بھر دے۔ پھر اُسے دعائیں دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔ (ماخوذ از: المسامرات تصنیف محی الدین ابن عربیؒ)

نصاب سہ ماہی دوم (اپریل تا جون ۲۰۰۳ء)

(۱) قرآن کریم پارہ ۲۷ نصف اول (۲) کتاب ''الحق مباحثہ دہلی'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۳) کتاب ''مجمع البحرین'' فرمودہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۴ء ویمبلے ہال لندن۔ (قیادت تعلیم)

شذرات

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

(نیر زیدی - واشنگٹن)

’’امریکہ ایک مضبوط قوم اور اپنی طاقت کے استعمال میں Honorable ہے۔ ہم اپنی طاقت استعمال کرتے ہیں لیکن فتح نہیں کرتے اور ہم اجنبیوں کی آزادی کے لئے قربانیاں دیتے ہیں۔‘‘

یہ دعوے صدر امریکہ جارج بش نے ۲۸ جنوری کو کانگریس سے اپنے سالانہ خطاب State of The Union Message میں کئے۔ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ عراقی عوام کو آزادی دلوانے کے لئے امریکہ ۲۰۰ ارب ڈالر کی قربانی دے رہا ہے اور شاید چند جانیں بھی قربان ہوں۔

ہر قوم کی قیادت یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ وہ جنگ پر مجبور کی گئی ہے اور بلند تر اخلاقی مقاصد کے لئے ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوئی ہے۔ جارح فریق کے لئے سب سے پسندیدہ ہتھکنڈہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جارحیت کا شکار ثابت کرے یعنی اس پر حملہ پہلے ہوا تھا اور اس نے جوابی حملہ ذاتی دفاع میں کیا۔ یوں تو امریکی تاریخ جھوٹی معلومات فراہم کرنے کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ لیکن میں یہاں صرف دو واقعات کا ذکر کروں گا۔

ویت نام میں جنگ کے لئے کانگریس کی منظوری لینے کے لئے صدر لنڈن جانسن نے دعویٰ کیا کہ Gulf of Tonkin میں شمالی ویت نام کی Gun Boats نے ایک امریکی بحری جہاز پر حملہ کیا تھا اور یہ امریکہ کے خلاف کھلی جارحیت تھی اس کے جواب میں سینیٹ نے Gulf of Tonkin Resolution منظور کیا جس نے صدر جانسن کو جنگ کا اختیار دے دیا۔ اس کے بعد ۵۰۰،۰۰۰ امریکی فوجی ویت نام گئے۔ ۵۸،۰۰۰ ہلاک ہوئے اور بڑی تعداد میں زخمی ہوئے۔ ۱۹۶۰ء کی قدر و قیمت میں ۱۰۰ ارب ڈالر خرچ ہوئے جس شمالی ویت نام کی فتح کے نتائج سے خبردار کیا جاتا تھا اسے بالآخر فتح ہوئی لیکن اس کے بعد سے کسی نے بھی ویت نام کی طرف سے کسی خطرے کی شکایت نہیں کی۔

لیکن ۳۰ برس کے بعد جب دستاویزات Declassify ہوئیں تو پتہ چلا کہ Gulf of Tonkin میں کوئی حملہ نہیں ہوا تھا۔ کانگریس سے اعلان جنگ کی اجازت کے لئے جھوٹ بولا گیا تھا۔

امریکہ کے خلاف ’’جارحیت‘‘ کا سب سے بڑا مشہور واقعہ دوسری جنگ عظیم میں Pearl Harbor پر جاپان کا تباہ کن حملہ تھا۔ یہ ریاست ہوائی میں واقع ہے جو کہ جزیروں پر مشتمل ہے اور بقیہ ۴۸ ریاستوں سے بہت دور ہے۔ اس وقت کے امریکی صدر فرینکلن روزویلٹ نے کہا تھا کہ ۷ دسمبر ۱۹۴۱ء کا یہ حملہ "Unprovoked and Dastardly Attack" اور ۷ دسمبر ایک ایسی تاریخ ہے جسے انہوں نے A Day of Infamy قرار دیا۔

مورخین کا یہ موقف رہا ہے کہ حملہ امریکہ نے پہلے کیا تھا، جاپان نے نہیں، لیکن اس کا ثبوت چندہ ماہ پہلے سامنے آیا ہے- اس کا پس منظر یہ ہے کہ امریکی جنگی جہاز USS Ward نے یہ پیغام بھیجا کہ انہوں نے ۵ جاپانی آبدوزیں تباہ کر دیں- یہ واقعہ Pearl Harbor پر جاپانی لڑاکا طیاروں کے حملے سے ۸۰ منٹ پہلے ہوا- جاپانیوں کے بعد کے حملے میں ۲۳۹۰ امریکی ہلاک، ۱۱۷۸ زخمی ہوئے- ۲۱ بحری جہاز اور ۳۲۱ طیارے تباہ ہو گئے یا ان کو نقصان پہنچا- امریکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ بالکل بے خبر تھے اور جاپانی حملے کی توقع کی کوئی وجہ نہیں تھی-

یونیورسٹی آف ہوائی کے Undersea Research Project نے ہوائی سے تین میل دور ۱۲۰۰ رفٹ کی گہرائی میں اس جاپانی آبدوز کا ملبہ دریافت کیا ہے جو امریکہ نے تباہ کی تھی اس کو Torpedo لگے ہوئے تھے جس کا مطلب ہے کہ آبدوز نے فائر نہیں کیا- اس میں عملے کے دو افراد تھے USS Ward کے کپتان Willam W Outer Bridge کا دعویٰ تھا کہ ان کے Gunners نے جاپانی آبدوز ڈبوئی تھی اور اس معرکے کی خبر بھی انہوں نے واشنگٹن بھجوادی تھی چنانچہ صدر روزویلٹ کا یہ بیان جھوٹا تھا کہ جاپانی حملہ بغیر اشتعال کے تھا لیکن جاپانی آبدوز کا ڈھانچہ ۶۱ برس سے تلاش کیا جا رہا تھا اور یہ اگست ۲۰۰۲ء میں دریافت ہوا- اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ آبدوز سمندر کے جس حصے میں تھی وہاں جنگ کے زمانے کے ڈوبے ہوئے کئی جہاز تھے اور اس ملبے کے درمیان اس چھوٹی آبدوز کو تلاش نہ کیا جا سکا-

مورخین نے یہ الزام بھی لگایا تھا کہ امریکہ کو جاپانی طیاروں کے آنے کی پیشگی خبر تھی لیکن دفاع کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا- مورخین کا یہ بھی موقف تھا کہ آبدوزیں جاپانی حملے کا حصہ نہیں تھیں وہ صرف سمندر میں گشت کر رہی تھیں اور امریکی بحری جہاز نے بغیر کسی اشتعال کے ان پر حملہ کیا- کیا جاپانی اس کے قطع نظر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا کر ہوائی کی طرف روانہ ہو گئے تھے لیکن جنگ میں جارحیت کا معیار یہ ہے کہ پہلی گولی کس نے چلائی اور اب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ نے بغیر اشتعال کے جاپانی آبدوزوں کو ڈبویا تھا اور اس کے بعد امریکیوں کو جاپانی حملے کے لئے چوکنا رہنا چاہئے تھا لیکن اگر چوکنا رہتے اور جاپانی حملہ روک دیتے تو پھر معصوم اور مظلوم کیسے بنتے اور جنگ میں کودنے کا جواز کیا ہوتا؟

۱۱ رستمبر ۲۰۰۱ء کے ''حملے'' میں بھی امریکہ غافل تھا- اب بڑی رپورٹیں ہے کہ فلاں ایجنسی کو معلوم ہونا چاہئے اور فلاں کو روکنا چاہئے تھا لیکن کیوں نہیں روکا یہ تو ۳۰ برس بعد پتہ چلے گا شاید پتہ نہ چلے کیونکہ ۱۱ رستمبر کے بعد فوری طور پر یہ قانون بنا کہ بعض سرکاری دستاویزات شاید کبھی Declassify نہ ہوں لیکن بات وہی ہے یعنی اگر ۱۱ رستمبر کا حملہ روک لیتے تو پھر اس جنگ میں معصوم و مظلوم کیسے بنتے؟ (روزنامہ جنگ ۳ رفروری ۲۰۰۳ء)

(بشکریہ: مکرم عبدالمنان محمود صاحب کراچی)

مضمون نگار احباب توجہ فرماویں: (۱) علمی تحقیقی اور تربیتی مضامین بھجوائیں (۲) خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف تحریر کریں- (۳) اصل مضمون بھجوائیں فوٹوسٹیٹ کاپی شائع نہ ہوگی- (ایڈیٹر)

تبصرہ کتب

(۱) کتاب ''خطوط امام بنام غلام'': یہ کتاب حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے جناب سید برکات احمد صاحب کے نام خطوط کا مجموعہ ہے۔ سید صاحب پاکستان میں اتنے معروف نہیں لیکن اعلیٰ علمی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں اور درجن بھر علمی اور تحقیقی کتب کے مصنف ہیں موصوف ہندوستان کی فارن سروس میں ملازمت کے سلسلہ میں بیس سال سے زائد دیگر ممالک میں سفیر رہے اقوام متحدہ میں ہندوستان کے مستقل مندوب اور اقوام متحدہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل کے عہدہ پر بھی فائز رہے ہیں۔ آپ انگریزی اردو فارسی عربی فرانسیسی اور ترکی زبانوں میں یکساں مہارت رکھتے تھے زبانوں کی واقفیت ہی نے ان کے علمی کاموں کو خاصی اہمیت کا حامل بنا دیا۔

''خطوط امام بنام غلام'' ایک منفرد اہمیت کی حامل کتاب ہے۔ جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا اُردو ادب سے گہری وابستگی اور منفرد اسلوب نکھر کر سامنے آتا ہے۔ سید برکات احمد صاحب کے نام خطوط میں استعارے تشبیہات اور روزمرہ محاورں کا استعمال ایک الگ شان لئے ہوئے ہے اور برموقعہ اشعار کا استعمال آپ کے ذوق سلیم کی نشان دہی کر رہا ہے۔

یہ کتاب جہاں امام کی ایک غلام سے محبت شفقت کا اظہار اپنے اندر لئے ہوئے ہے وہاں ایک غلام کی اپنے آقا سے اطاعت وفدایت کے شدتِ جذبات کو بھی بیان کر رہی ہے۔ اس کتاب میں ''مذہب کے نام پر خون'' کے انگریزی ترجمے کے بارہ میں خط وکتابت شامل ہے کہ ایک مترجم کو کن مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور سید برکات احمد صاحب نے شدید بیماری کے دوران جس بیم ورجا کی حالت میں ترجمہ کیا ہے وہ آپ کے ترجمے میں مہارت اور علمی استعداد اور اپنے امام میں فنائیت کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ حضورِ انور اپنے خطوط میں لکھتے ہیں:۔

۱۔ ''ترجمہ بہت ہی عمدہ ہے مغرب کو مدنظر رکھ کر جو باتیں آپ نے ترجمہ میں داخل کی ہیں وہ بھی میرے مزاج کے مطابق ہیں اگر میں خود ترمیم کرتا تو بالکل ایسے ہی کرتا۔''

۲۔ ''اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کی خلعت پہنائی ہے اور حسن کلام اور حسن تحریر سے نوازا ہے۔ انکسار اور یہ عاجزی ماشاءاللہ چشم بددور حُسن پر حُسن کی ملمع کاریاں نورٌ علیٰ نور''

۳۔ ''آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر آپ کو قدرت نصیب ہوئی ہے اور آپ کا قلم یکساں دونوں زبانوں میں فصاحت وبلاغت کے گل کھلاتا ہے اور رنگ وبو بکھیرتا ہے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ وَزِدْ۔''

جناب سید صاحب جس موذی مرض کا شکار تھے اس میں افاقہ اور کام کرنے کی مہلت مل جانا حضور انور کی قبولیت دعا کا غیر معمولی نشان ہے حضور تحریر کرتے ہیں۔

''دعا کی تحریک پر مشتمل آپ کے سوز و گداز سے پُر خط نے خوب ہی اثر دکھایا اور آپ کے لئے نہایت عاجزانہ فقیرانہ دعا کی توفیق ملی۔ اور ایک وقت اس دعا کے دوران ایسا آیا کہ میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا میں رحمت باری سے اُمید لگائے بیٹھا ہوں کہ یہ قبولیت کا نشان ہے۔''

''آپ کا بہت دردناک خط ملا۔ جس نے آپ کے جسم کے درد کو میرے دل میں منتقل کر دیا۔ بڑی بے بسی کے عالم میں مضطرانہ دعا کی۔ اب تو انسانی بساط سے معاملہ نکل کر اعجاز الٰہی کی بادشاہت میں داخل ہو چکا ہے۔''

مجھے آپ کی مرض کی شدت کا احساس ہے سوچ کر تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے اور دل رقت سے بھر جاتا ہے اور آنکھیں غمناک ہونے لگتی ہیں۔''

کتاب کے آخر پر دوسرے بھائی سید حسنات احمد صاحب کی کینیڈا میں خدمات کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔

مکرمہ نسیم سعید صاحبہ نے اس کتاب میں سید برکات احمد صاحب کے حالات کے سلسلہ میں بڑے اختصار سے کام لیا ہے اگر وہ ان کی تفصیلات کو شامل کتاب کرتیں تو قارئین ان کے علمی، ادبی، تحقیقی اور اقوام متحدہ میں خدمات اور کارناموں سے آگاہ ہو سکتے۔

المختصر اس کتاب میں امام اور ایک غلام کا تعلق اور سیرت و کردار کے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

کتاب کی طباعت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے اسے لجنہ اماء اللہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

(۲) کتاب ''ہجرت'': مرتبہ: مکرم عبد الستار خان صاحب اور مکرم صفدر نذیر صاحب گولیکی

جیسا کہ اس کے نام ''ہجرت'' سے ظاہر ہے ہجرت کی تفاصیل پر مشتمل ہے ہجرت کے معنی ہجرت کی تاریخ، ہجرت از روئے قرآن و حدیث، انبیائے کرام کی ہجرت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی ہجرت اور اس کے دوررس اثرات۔ صحابہ کرام کی ہجرت کے واقعات، سلسلہ احمدیہ میں داغ ہجرت کا الہام۔ ۱۹۴۷ء میں قادیان سے ہجرت اور اس کی برکات۔ ربوہ کی بنیاد اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے ہجرت میں مخفی حکمتوں کو قرآن و حدیث، کتب حضرت مسیح موعود اور خلیفۃ المسیح الثانی کی کتب خطبات اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے خطبات کے حوالہ جات سے واضح کیا ہے کہ کس طرح الٰہی سلسلوں کی ترقی ہجرت سے وابستہ ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہجرت صرف وطن کو چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ شر سے خیر، اندھیرے سے روشنی، جہالت سے علم، برائی سے اچھائی، تخریب سے تعمیر، نفرت سے محبت اور اختلاف سے اتفاق کی طرف ہجرت ہے۔ دنیا سے عالم آخرت کی طرف سفر بھی ہجرت ہے۔ اس ہجرت کے لئے جس زادِ راہ کی ضرورت ہے وہ اچھے اعمال کا زادِ راہ ہے اصل اور بڑی ہجرت یہی ہے۔ جس کی ہم میں سے ہر ایک کو فکر کرنی چاہیے۔ کتاب کے صفحات ۲۰۹ اور لجنہ اماء اللہ کراچی نے شائع کی ہے۔ ربوہ کے کتب فروشوں سے مل سکتی ہے۔

(تبصرہ از: خ۔الف۔ق۔مرزا)

مجلس انصاراللہ کی پانچویں آل پاکستان سپورٹس ریلی

(منعقدہ: ۲۸ فروری و یکم، ۲/ مارچ ۲۰۰۳ء)

مجلس انصاراللہ پاکستان کی پانچویں آل پاکستان سپورٹس ریلی مورخہ ۲۸ فروری اور یکم و ۲/ مارچ ۲۰۰۳ کو منعقد ہوئی جس میں بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، رسہ کشی، والی بال اور کلائی پکڑنے کے مقابلہ جات ہوئے۔ اس ریلی میں ۱۹/ اضلاع کے ۲۲۵/ انصار نے حصہ لیا (اس ریلی کو یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ کینیڈا اور برطانیہ سے بھی احباب نے تقریبات میں شرکت کی) الحمدللہ کہ تین یوم تک یہ دلچسپ ورزشی مقابلے بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچے۔

افتتاح ومقابلہ جات: سپورٹس ریلی کی افتتاحی تقریب میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (صدرِ مجلس) رونق افروز ہوئے اور سابقہ روایات کے مطابق گذشتہ سال کے چیمپئن ڈاکٹر طارق حبیب ملک صاحب (آف کینیڈا) لاہور نے ریلی کا افتتاح کیا۔ Out Door گیمز میں والی بال اور رسّہ کشی کے ۱۳، ۱۳ میچز ہوئے جبکہ کلائی پکڑنے کے ۶۰ مقابلے ہوئے۔ یہ مقابلے عقب مرکزی لائبریری کے میدان میں ہوئے In Door گیمز ایوانِ محمود میں کروائیں گئیں۔ In Door میں ٹیبل ٹینس کے ۸۶ اور بیڈمنٹن کے ۱۶۴ میچز ہوئے۔

اختتامی تقریب: اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے تقسیم انعامات کے بعد اجتماعی دعا کروائی۔ ۲/ مارچ کو بعد دوپہر الوداعی ظہرانہ کے بعد شرکاء ریلی رخصت ہوئے۔

انعامات حاصل کرنے والے احباب۔ بیڈمنٹن: صفِ اوّل سنگل: اول: مکرم خواجہ محمد اسلام صاحب سیالکوٹ۔ دوم: مکرم ضیاء اللہ واہلہ صاحب سرگودھا

صفِ اوّل ڈبل: اول: مکرم چوہدری عطاء الرحمٰن صاحب ومکرم رانا بشیر احمد صاحب ربوہ۔ دوم: مکرم محمد احمد ضیاء صاحب و مکرم مقصود احمد اٹھوال صاحب ربوہ۔ بیڈمنٹن کے بہترین کھلاڑی اور مین آف دی ٹورنامنٹ (Man of The Tournamint) مکرم طارق حبیب ملک صاحب لاہور۔

ٹیبل ٹینس: صفِ اوّل سنگل: اول: مکرم کرنل ظفر علی صاحب اوکاڑہ۔ دوم: مکرم چوہدری افتخار احمد صاحب عارف ربوہ۔

ٹیبل ٹینس صفِ اوّل ڈبل: اول: مکرم چوہدری افتخار احمد عارف صاحب ومکرم مقصود احمد اٹھوال صاحب۔ دوم: کرنل ظفر علی صاحب ومکرم چوہدری شفیق احمد صاحب اوکاڑہ۔



ٹیبل ٹینس صفِ دوم سنگل: اول: مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب ربوہ - دوم: مکرم انور صابر صاحب کراچی

ٹیبل ٹینس صفِ دوم ڈبل: اول: مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب و مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب ربوہ - دوم: مکرم انور صابر صاحب و مکرم خورشید احمد صاحب کراچی - ٹیبل ٹینس کے بہترین کھلاڑی اور مین آف دی ٹورنامنٹ (Man of The Tournamint) مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب ربوہ - بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس میں نمائندگی میں اوّل ضلع کراچی رہا -

والی بال: اوّل: علاقہ لاہور (کیپٹن) مکرم انور احمد صاحب - دوم: علاقہ ربوہ (کیپٹن) مکرم پروفیسر مبارک احمد طاہر صاحب - والی بال کے بہترین کھلاڑی مکرم عبدالمجید صاحب علاقہ لاہور

رسّہ کشی: اوّل: علاقہ ربوہ - دوم: علاقہ کراچی

کلائی پکڑنا: صفِ اوّل: اول: مکرم مبارک احمد علوی صاحب ربوہ - دوم: مکرم نصیر احمد صاحب فیصل آباد - صفِ دوم: اول: مکرم محمد خالد صاحب لاہور - دوم: غلام سرور صاحب بہاولنگر -



انتظامیہ سپورٹس ریلی ۲۰۰۳ء: منتظم اعلیٰ: مکرم عبدالجلیل صادق صاحب، ایڈیشنل منتظم اعلیٰ: مکرم سید قاسم احمد شاہ صاحب، منتظم عمومی: مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب، سیکرٹری و منتظم مقابلہ جات: مکرم قریشی سراج الحق صاحب، ایڈیشنل منتظم مقابلہ جات: مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب، منتظم قیام و طعام: مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب، منتظم طبی امداد: مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب، منتظم رجسٹریشن و اشاعت و صفائی و آب رسانی: مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب، منتظم رابطہ: مکرم شمیم پرویز صاحب، ایڈیشنل منتظم قیام و طعام: مکرم عبدالحلیم سحر صاحب، منتظم نظم و ضبط: مکرم خالد وحید صاحب، منتظم سٹیج و مہمان نوازی و تیاری ہال: مکرم عطاء الرحمٰن محمود صاحب، منتظم استقبال و الوداع: مکرم کیپٹن شمیم احمد خالد صاحب، منتظم انعامات: مکرم مبارک احمد طاہر صاحب، منتظم بیڈمنٹن: مکرم انعام اللہ صاحب، منتظم ٹیبل ٹینس: مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب، منتظم والی بال، رسہ کشی، کلائی پکڑنا: مکرم خالد محمود سدھو صاحب، منتظمین دفتر سپورٹس ریلی: مکرم چوہدری منظور احمد صاحب، مکرم طارق محمود منگلا صاحب -

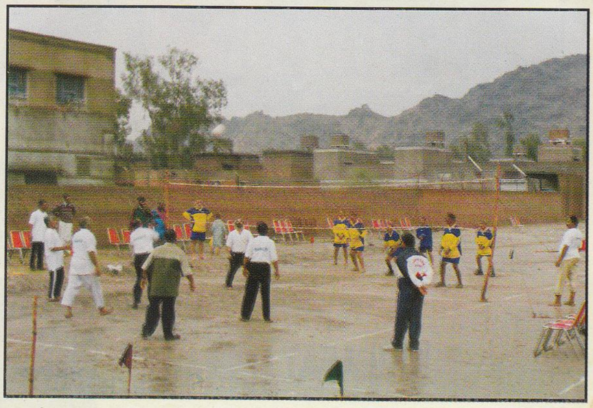
ٹیکنیکل اپیل کمیٹی: صدر: مکرم قریشی سراج الحق صاحب، ممبران: مکرم ڈاکٹر طارق حبیب ملک صاحب، مکرم ڈاکٹر ناصر احمد جاوید صاحب، مکرم ضیاء اللہ واہلہ صاحب، مکرم عبدالرشید ساٹری صاحب، منتظمین کھیل -

(رپورٹ: منتظم اشاعت سپورٹس ریلی)

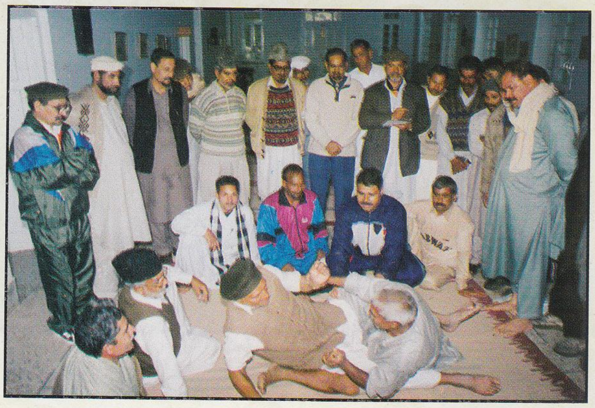
ماہنامہ ''انصار اللہ'' آپ کا اپنا رسالہ ہے - اسے خود بھی خرید کر پڑھیں اور دوسرے انصار کو بھی تحریک کریں -



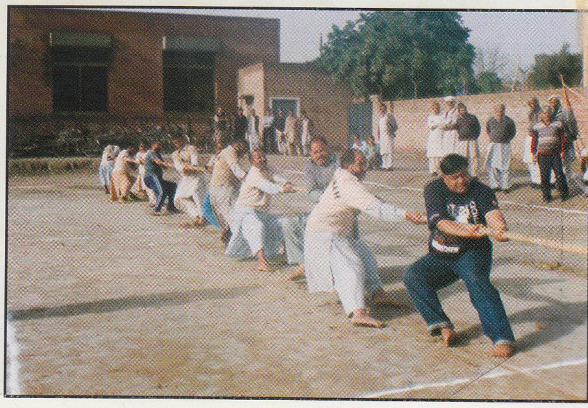
صدر مجلس اور قائد صاحب صحت جسمانی (ناظم اعلیٰ)
دیگر دوستوں کے ساتھ والی بال میچ دیکھ رہے ہیں۔



والی بال کا ایک دلچسپ میچ (بارش کے دوران)



کلائی پکڑنے کا ایک مقابلہ (زور آزمائی کا منظر)

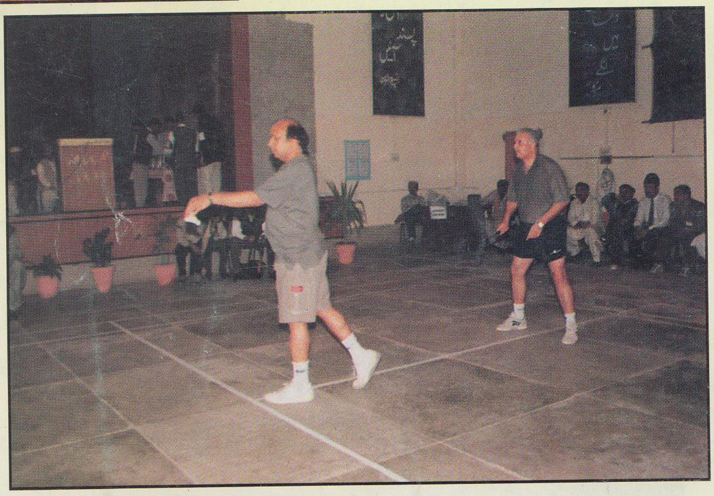


سپورٹس ریلی میں فائنل رسہ کشی کا ایک دلچسپ مقابلہ

Monthly
ANSARULLAH
Ph: 04524-212982
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. # : CPL-34/CR02



سپورٹس ریلی میں شریک معززین، مہمانِ خصوصی
صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کے ساتھ



سپورٹس ریلی میں بیڈمنٹن کا فائنل مقابلہ (مابین لاہور۔ربوہ)



مہمان خصوصی مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب
مکرم ڈاکٹر طارق حبیب ملک صاحب لاہور
(Man of The Match) کو بیڈمنٹن کا انعام دے رہے ہیں۔